ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

29

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
32واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

تنظیم اسلامی کا ترجمان

13تا19 محرم الحرام 1445ھ / یکم تا7 اگست 2023ء

ظاہر و باطن کی یکسانیت

انسان کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ اس کا ظاہر و باطن یکساں ہو ایک طرف اس کا سینہ ایمان و یقین سے اور اس کا دل رب کائنات کی لازوال محبت سے معمور ہو اور دوسری طرف اس کی زبان اس کے دل کی ہمنوا اور اس کا عمل ان جذبات و کیفیات کی تصدیق کر رہا ہو۔ اگر یہ بات کسی انسان کو حاصل ہو جائے تو اس کے ہر قول و عمل اور اس کی ہر تقریر و تحریر میں ایک ایسی کشش اور دل آویزی پیدا ہو جائے گی جس کی تعبیر الفاظ سے نہیں کی جا سکے گی' لیکن اس کی مٹھاس ہر شخص محسوس کرے گا اور اسے ایسا معلوم ہوگا کہ جیسے کسی نے اس کے دل کی بات کہہ دی ہے یا اس کی گم شدہ دولت اس کو واپس مل گئی ہے۔

اغراض کی اس دنیا میں جہاں لوگ صرف مصلحت شناسی اور لین دین کے مفہوم سے آشنا ہیں یہ صدا ضرور نامانوس ہے لیکن اب بھی اس میں دلوں کو فتح کرنے اور اقوام عالم کو مسخر کرنے کی پوری طاقت موجود ہے۔ مادیت کے کچلے ہوئے اور اغراض و خواہشات کے بوجھ تلے دبے ہوئے انسانوں کے لیے اگر اب بھی کوئی شے دل آویزی اور قیمت رکھتی ہے تو وہ یہی ایمان و یقین کی طاقت اور ظاہر و باطن کی یکسانیت ہے۔

(مولانا محمد الحسنی رحمہ اللہ)

اس شمارے میں

آئی ایم ایف اور پاکستان (2)
محرم الحرام کی فضیلت
اسلامی نظام کی نظریاتی اساس (3)
آئی ایم ایف کے شکنجے سے کیسے نکلیں؟
وقت کی قدر کیجیے!
جو چاہے کر ....

الھدیٰ

ڈاکٹر اسرار احمدؒ 1045

ملکۂ سبا بلقیس کی حکمرانی، تخت اور آفتاب پرستی

سُورۃُ النَّمل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 23 تا 26

اِنِّیۡ وَجَدۡتُّ امۡرَاَۃً تَمۡلِکُہُمۡ وَ اُوۡتِیَتۡ مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ وَّ لَہَا عَرۡشٌ عَظِیۡمٌ ﴿۲۳﴾ وَجَدۡتُّہَا وَ قَوۡمَہَا یَسۡجُدُوۡنَ لِلشَّمۡسِ
مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ وَ زَیَّنَ لَہُمُ الشَّیۡطٰنُ اَعۡمَالَہُمۡ فَصَدَّہُمۡ عَنِ السَّبِیۡلِ فَہُمۡ لَا یَہۡتَدُوۡنَ ﴿۲۴﴾ اَلَّا یَسۡجُدُوۡا لِلّٰہِ الَّذِیۡ
یُخۡرِجُ الۡخَبۡءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ یَعۡلَمُ مَا تُخۡفُوۡنَ وَ مَا تُعۡلِنُوۡنَ ﴿۲۵﴾ اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۲۶﴾

آیت ۲۳: ﴿اِنِّیۡ وَجَدۡتُّ امۡرَاَۃً تَمۡلِکُہُمۡ وَ اُوۡتِیَتۡ مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ﴾ ’’میں نے ایک عورت کو اُن پر حکومت کرتے ہوئے دیکھا ہے اور اُسے ہر شے دی گئی ہے۔‘‘

دنیا بھر کی نعمتیں اسے حاصل ہیں اور ہر طرح کا ساز و سامان اس کے پاس جمع ہے۔

﴿وَّ لَہَا عَرۡشٌ عَظِیۡمٌ ﴿۲۳﴾﴾ ’’اور اُس کا تخت بہت عظیم الشان ہے۔‘‘

آیت ۲۴: ﴿وَجَدۡتُّہَا وَ قَوۡمَہَا یَسۡجُدُوۡنَ لِلشَّمۡسِ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ﴾ ’’اور میں نے دیکھا اُس کو اور اُس کی قوم کو کہ وہ سجدہ کرتے ہیں سورج کو اللہ کو چھوڑ کر‘‘

﴿وَ زَیَّنَ لَہُمُ الشَّیۡطٰنُ اَعۡمَالَہُمۡ﴾ ’’اور شیطان نے اُن کے لیے اُن کے اعمال کو مزین کر دیا ہے‘‘

﴿فَصَدَّہُمۡ عَنِ السَّبِیۡلِ فَہُمۡ لَا یَہۡتَدُوۡنَ ﴿۲۴﴾﴾ ’’اور انہیں روک دیا ہے سیدھے راستے سے‘ تو اب وہ راستہ نہیں پا رہے۔‘‘

شیطان نے انہیں گمراہ کر دیا ہے اور اب انہیں راہِ ہدایت کا شعور نہیں رہا۔

آیت ۲۵: ﴿اَلَّا یَسۡجُدُوۡا لِلّٰہِ الَّذِیۡ یُخۡرِجُ الۡخَبۡءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ یَعۡلَمُ مَا تُخۡفُوۡنَ وَ مَا تُعۡلِنُوۡنَ ﴿۲۵﴾﴾

’’کہ وہ سجدہ نہیں کرتے اللہ کو‘ جو نکالتا ہے ہر چھپی چیز کو آسمانوں اور زمین میں سے اور وہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو۔‘‘

آیت ۲۶: ﴿اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۲۶﴾﴾ ’’وہ اللہ کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور جو بہت بڑے عرش کا مالک ہے۔‘‘

درس حدیث

ہوشیار اور دور اندیش انسان

عَنۡ عَبۡدِ اللّٰہِ بۡنِ عُمَرَ ؓ قَالَ رَجُلٌ: یَا نَبِیَّ اللّٰہِ! مَنۡ اَکۡیَسُ النَّاسِ وَاَحۡزَمُ النَّاسِ؟ قَالَ: ((اَکۡثَرُھُمۡ ذِکۡرًا لِلۡمَوۡتِ وَاَکۡثَرُھُمۡ اِسۡتِعۡدَادًا اُولٰٓئِکَ الۡاَکۡیَاسُ ذَھَبُوۡا بِشَرَفِ الدُّنۡیَا وَکَرَامَۃِ الۡاٰخِرَۃِ)) (رواہ الطبرانی)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ ’’اے اللہ کے پیغمبر! بتلایئے کہ آدمیوں میں کون زیادہ ہوشیار اور دور اندیش ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ’’وہ جو موت کو زیادہ یاد کرتا ہے اور موت کے لیے زیادہ سے زیادہ تیار رہتا ہے جو لوگ ایسے ہیں وہی دانشمند اور ہوشیار ہیں، انہوں نے دنیا کی عزت بھی حاصل کی اور آخرت کا اعزاز و اکرام بھی۔‘‘

تشریح: جب یہ حقیقت ہے کہ اصل زندگی آخرت ہی کی زندگی ہے، جس کے لیے کبھی فنا نہیں، تو اس میں کیا شبہ کہ دانشمند اور دور اندیش اللہ کے وہی بندے ہیں جو ہمیشہ موت کو پیش نظر رکھ کر اس کی تیاری کرتے رہتے ہیں، اور اس کے برعکس وہ لوگ بڑے ناعاقبت اندیش اور احمق ہیں جنہیں اپنے مرنے کا تو پورا یقین ہے لیکن وہ اس سے اور اس کی تیاریوں سے غافل رہ کر دنیا کی لذتوں میں مصروف اور منہمک رہتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

آئی ایم ایف اور پاکستان (2)

(گزشتہ سے پیوستہ)

پاکستان کے ساتھ 9 ماہ کے سٹینڈ بائی معاہدہ کی تفصیلات جاری کرتے ہوئے آئی ایم ایف کے اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ پاکستان کو آئی ایم ایف کے ساتھ طے شدہ اہداف پر سختی سے عمل درآمد کرنا ہوگا۔ پاکستان کے لیے بجٹ میں مقرر کردہ اہداف پر عمل درآمد لازم ہوگا۔ بجلی، گیس کی قیمت میں اضافہ جبکہ زراعت، تعمیرات پر ٹیکس بڑھانا ہوگا، کوئی نئی ٹیکس چھوٹ نہیں دی جائے گی۔ تنخواہیں، پنشن کے اخراجات کم کرنا ہوں گے۔ ڈالر کا اوپن اور انٹر بینک ریٹ میں 1.25 فیصد سے زیادہ فرق نہیں ہوگا۔ حکومت سٹیٹ بینک سے نیا قرض نہیں لے گی۔ پاکستان کو مہنگائی کم کرنے کے لیے مانیٹری پالیسی مزید سخت کرنا ہوگی۔ یادر ہے کہ سٹیٹ بینک کی جانب سے مقرر پالیسی ریٹ (شرح سود) اس وقت %22 ہے۔ توانائی کے شعبے کی سبسڈی بتدریج کم کی جائے گی، اس سلسلے میں سبسڈی کے خاتمے کا تیسرا مرحلہ شروع کرنے کی شرط عائد کی گئی ہے۔ بجلی کے سرکلر ڈیٹ کے خاتمے اور پوری پیداواری لاگت کی وصولی کے لیے نئے مالی سال 24-2023ء میں بجلی کی قیمت میں 16 بار اضافہ کیا جائے گا گیس 2 بار مہنگی کی جائے گی جس سے کاروباری اور گھریلو صارف دونوں بُری طرح متاثر ہوں گے۔ ایکسپورٹ ری فنانس سکیموں کو بند کرنے کے لیے ایک مرحلہ وار پلان پر عمل درآمد کی شرط بھی عائد کی گئی ہے دیگر کرنسیوں میں کاروبار کرنے (ملٹی کرنسی) کے نظام کو بھی ختم کرنے کی شرط عائد کی ہے۔ خسارے کا سبب بننے والی کمپنیوں اور کارپوریشنوں کے بارے میں ایک واضح آنر شپ پالیسی بنانے کا کہا گیا ہے۔ اس سلسلے میں دو ایل این جی پاور پلانٹس، ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن، فرسٹ ویمن بینک، چھوٹے سرکاری بینکوں کی نجکاری کرنے اور بڑے اداروں کے حصص کی فروخت سے ان کی بحالی کے لیے اقدامات کا آغاز کرنے کا کہا گیا ہے۔ آئی ایم ایف نے کم از کم 2 ارب ڈالر کے یورو بانڈ جاری کرنے کی ہدایت کی ہے۔ معاہدے کے مطابق نئے اقدامات کرنے اور پالیسیوں میں تبدیلی کے لیے آئی ایم ایف سے مشاورت کی جائے گی۔

پاکستان آئی ایم ایف کو بروقت مستند ڈیٹا فراہم کرے گا، پروگرام میں رہتے ہوئے پاکستان انٹرنیشنل ادائیگیاں نہیں روکے گا۔ محصولات بڑھانے کے لیے سیلز ٹیکس، کسٹم ڈیوٹی، بڑھانے کے لیے اقدامات کرنا ہوں گے۔ ایف بی آر کیش کی صورت میں ریفنڈ کی ادائیگیاں کرنے سے گریز کرے گا۔ آئی ایم ایف بنفس نفیس سرکاری اداروں کی مانیٹرنگ کرے گا۔ پاکستان کی نیشنل اکاؤنٹس کمیٹی کی سہ ماہی رپورٹ آئی ایم ایف کو منظوری کے لیے دی جائے گی۔ گویا پاکستان ایک نئی ایسٹ انڈیا کمپنی کے تسلط کو قبول کرتا جارہا ہے۔ پاکستان میں مہنگائی کی شرح 25.9 فیصد رہنے کا امکان ہے۔ پاکستان کی معیشت سست شرح نمو کا شکار رہے گی۔ آئی ایم ایف کا کہنا ہے کہ مالی سال 2024ء میں بے روزگاری کی شرح 8 فیصد ہوسکتی ہے۔ آئی ایم ایف نے مزید کہا کہ پاکستان کا مالیاتی خسارہ معیشت کا 7.5 فیصد رہنے کا امکان ہے، معیشت میں قرضوں کا حجم 74.9 فیصد رہے گا۔ سٹیٹ بینک کی رپورٹ برائے جون 2023ء کے مطابق پاکستان کا کل واجب الادا قرض بمعہ سود 72.4 کھرب روپے ہے جو ہمارے GDP کا تقریباً %90 ہے۔ بیرونی قرض 140 ارب ڈالر تک جا پہنچا ہے۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
13 تا 19 محرم الحرام 1445ھ جلد 32
یکم تا 7 اگست 2023ء شمارہ 29
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mall:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (14300 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (10800 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

یاد رہے کہ اپریل 2023ء تا جون 2026ء کے درمیان پاکستان کو عالمی اداروں اور ممالک کا تقریباً 75.5 ارب ڈالر قرض بمعہ سود ادا کرنا ہے۔ گزشتہ 15 برس کے دوران واجب الادا قرض کی تاریخ یہ ہے کہ 2008ء میں کل 6.4 کھرب روپے تھا۔ 2013ء میں کل 15 کھرب روپے (135% اضافہ) جس میں بیرونی قرضہ میں اضافہ 22 فیصد رہا جو 42.8 ارب ڈالر سے بڑھ کر 52.4 ارب ڈالر تک جا پہنچا۔ 2017ء میں کل 22 کھرب روپے جس میں بیرونی قرضہ 52.4 ارب ڈالر سے بڑھ کر 75.5 ارب ڈالر ہو گیا۔ 2022ء میں کل 39 کھرب روپے جس میں بیرونی قرضہ 75.5 ارب ڈالر بڑھ کر 110.6 ارب ڈالر ہو گیا۔ 2023ء کے مارچ تک کل واجب الادا قرضہ 60 کھرب تک جا پہنچا جس میں بیرونی قرضہ 140 ارب ڈالر تک جا پہنچا۔ جس میں سے 35 کھرب روپے اندرونی قرضہ ہے۔ جبکہ 22 کھرب روپے بیرونی قرضہ ہے۔ اس میں چین 17 ارب ڈالر، 11 ارب ڈالر پیرس کلب، 33 ارب ڈالر ملٹی لیٹری ڈونرز اور 10 ارب ڈالر آئی ایم ایف کو واجب الادا شامل ہیں۔ پاکستان امریکہ، برطانیہ، یورپی یونین، متحدہ عرب امارات، سعودی عرب اور قطر کا بھی قرض دار ہے۔ علاوہ ازیں 12 ارب ڈالر کے قریب سکوک اور یورو بانڈز کی مد میں واجب الادا ہے۔

وفاقی بجٹ برائے 24-2023ء میں آئی ایم ایف کی ہدایات کو بھرپور انداز میں ملحوظِ خاطر رکھا گیا۔ 14.5 کھرب روپے کے کل بجٹ میں 7.4 کھرب روپے تو قرضوں پر سود کی ادائیگی کی مد میں خرچ ہوگا۔ یہ بجٹ کے کل حجم کے 50% سے بھی زائد ہے۔ پھر یہ کہ ٹیکسوں کا ابتدائی تخمینہ 9.4 کھرب روپے تھا جس میں 24 جون 2023ء کو 415 ارب روپے کا اضافہ کر دیا گیا ٹیکس میں اضافے کے بغیر بجٹ کے پتلے میں سے ہوا نکل گئی۔ بجٹ خسارہ کو پورا کرنے کے لیے 7.5 کھرب روپے تک کا مزید قرضہ درکار ہو سکتا ہے۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق 2023ء کے دوران بیرون ملک پاکستان سے حاصل ترسیلات میں 4 ارب ڈالر جبکہ برآمدات میں بھی 4 ارب ڈالر کی کمی ہوئی۔ گویا 3 ارب ڈالر کے آئی ایم ایف معاہدے کے لیے جو سخت شرائط پوری کی گئیں اُن کے نتیجہ میں 8.2 ارب ڈالر کا تو یہی نقصان ہو گیا۔

آئی ایم ایف سے معاہدے کے بعد سعودی عرب نے پاکستان کو 2 ارب ڈالر قرض فراہم کیا ہے اور متحدہ عرب امارات نے بھی پاکستان کو ایک ارب ڈالر کا قرض دیا ہے۔ عالمی مالیاتی فنڈ (آئی ایم ایف) کے ساتھ ہونے والے معاہدے پر عمل درآمد کے لیے پاکستان کو نہ صرف مختلف اشیاء کی قیمتیں بڑھانی ہوں گی بلکہ ریونیو بڑھانے کے لیے سخت اقدامات بھی کرنے ہوں گے۔ آئی ایم ایف معاہدہ کے بعد پاکستان توانائی کے شعبے کی لاگت وصول کرنے کے لیے ٹیرف بڑھائے گا، پاکستان کو صارف نرخ ریکارڈ مہنگائی کے باوجود بڑھانا ہوں گے۔ اسٹیٹ بینک کو درآمدی پابندیاں ختم کرنا ہوں گی، درآمدات پر پابندی سے معاشی نمو متاثر ہوئی ہے، قرض کا ڈالر آئے گا تو پاکستان کے زرمبادلہ کے ذخائر بھی بڑھ جائیں گے۔ معاہدے سے 3.5 ارب ڈالر کے ذخائر بڑھ کر 7 سے 8 ارب ڈالر تک جا پہنچیں گے۔ وزیر خزانہ کا کہنا ہے کہ مزید قرض لے کر اگست کے وسط تک زرمبادلہ کے ذخائر 15-16 ارب ڈالر تک پہنچا دیئے جائیں گے۔ حکومت کو پرائیویٹائزیشن کے لیے مختص 15 ارب روپے کئی گنا بڑھانے پڑ سکتے ہیں۔ ملکی اثاثہ جات کو گروی رکھوانا یا لیز پر دینا پڑ سکتا ہے۔ پاکستان کو سب سے زیادہ سودی قرضہ دینے والے ملک چین سے مزید سودی قرضہ حاصل کیے جانے کا امکان ہے۔ سیلاب سے متاثرہ علاقوں کی بحالی کے لیے پاکستان کو 9 ارب ڈالر قرض فراہمی کے وعدے ہوئے ہیں تاہم پاکستان کو عالمی قرضوں کی ادائیگی سمیت 22 ارب ڈالر درکار ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ایک وقت تھا کہ ہم کہا کرتے تھے کہ اگر پاکستان اپنے غیر ترقیاتی اخراجات کو کنٹرول کرلے، اگر اشرافیہ خزانے کی جو لوٹ مار کرتا ہے وہ ختم ہو جائے، وزراء اور سول ملٹری افسران کی مراعات ختم کر دی جائیں، بچت کو قومی سطح پر اور عوامی سطح پر سختی سے لاگو کیا جائے وغیرہ وغیرہ تو پاکستان IMF کے چُنگل سے نکل سکتا ہے لیکن آج جس معاشی تباہی سے ہم دوچار ہوئے ہیں اب صرف اور محض یہ اقدامات ہمیں IMF کے شکنجہ سے نجات نہیں دلا سکیں گے اب ہمیں ایک ایسے مردِ قلندر کی ضرورت ہے جو ہرچہ بادا باد کا نعرہ لگا کر میدان میں اترے اور تمام ملکی اور غیر ملکی سود کی ادائیگی یہ کہہ کر بند کر دے کہ ہمارا دین، ہماری شریعت سودی لین دین کی اجازت نہیں دیتے۔ لہٰذا ہم حاضر یا ماضی کا کوئی سود ادا نہیں کریں گے البتہ اصل زر واپس کرنے کے ہم پابند ہیں۔ یاد رہے کہ امریکہ نے ایف 16 طیاروں کی پوری رقم پاکستان سے ایڈوانس وصول کر کے ہمیں طیارے دینے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ پریسلر ترمیم اب ہمیں پاکستان کو طیارے دینے میں رکاوٹ ہے تو ہم کیوں نہیں کہہ سکتے کہ ہماری شرعی عدالت نے سود کو حرام مطلق قرار دیا ہے لہٰذا ہم سود ادا نہیں کریں گے۔ پھر حکمران اور عوام ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جائیں چاہے پیٹ پر پتھر ہی کیوں نہ باندھنے پڑیں۔

آخر میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آئی ایم ایف ایسے ممالک جو پہلے ہی قرض کے بوجھ تلے بُری طرح دبے ہوتے ہیں اور یہ بات تقریباً طے شدہ ہے کہ وہ کبھی اس قرض کو ادا نہیں کر سکیں گے اُن کو مزید قرض کیوں دیے جاتا ہے۔ جواب معروف معیشت دان اور آئی ایم ایف کے سابق اعلیٰ عہدیدار جان پرکنز نے اپنی کتاب "Confession of an Economic Hitman" میں دیا ہے کہ آئی ایم ایف سرمایہ دارانہ نظام کا وہ آلہ ہے جس کے ذریعہ ترقی پذیر ممالک کو مقروض بلکہ غلام بنایا جاتا ہے۔ ہماری پون صدی کی تاریخ بھی معاشی اعتبار سے اس غلامی کی کہانی سناتی ہے۔ اب غلامی کا قلادہ صرف اس صورت میں اتار پھینکا جا سکتا ہے کہ ہم شریعت محمدی ﷺ پر سختی سے عمل کرتے ہوئے سودی معیشت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ دیں۔ ❁❁❁

محرم الحرام کی فضیلت

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 21 جولائی 2023ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

قرآن حکیم میں سورۃ التوبہ کی آیت نمبر 36 میں حرمت والے مہینوں کا ذکر آیا ہے جس کے ذیل میں کچھ باتوں کی یاددہانی مقصود ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ قمری کیلنڈر کے اعتبار سے سال کا پہلا مہینہ محرم ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ جو شمسی کیلنڈر ہم استعمال کرتے ہیں وہ غیر اسلامی ہے۔ سورج اور چاند دونوں اللہ نے بنائے ہوئے ہیں اور دونوں کیلنڈرز ہم استعمال کرتے ہیں۔ البتہ قمری کیلنڈر کی اپنی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ ہم شریعت کے بعض احکامات پر عمل کے لیے قمری کیلنڈر پر انحصار کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر رمضان کے روزے ہم رمضان کا چاند دیکھ کر رکھتے ہیں، شوال کا چاند دیکھ کر عیدالفطر مناتے ہیں، ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ سے بارہ ذوالحجہ تک صاحب استطاعت مسلمان حج کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔ 9 ذوالحجہ کو رسول اللہ ﷺ نے نفلی روزہ رکھنے کی تلقین کی۔ 10 ذوالحجہ کو عیدالاضحیٰ منائی جاتی ہے۔ 13 ذوالحجہ تک منیٰ میں قیام کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اسی طرح سالانہ بنیادوں پر صاحب نصاب مسلمانوں کو زکوٰۃ ادا کرنی ہوتی ہے تو اس اعتبار سے سال کا تعین بھی قمری کیلنڈر کے مطابق ہوگا۔ اسی طرح کسی بیوہ کی عدت کی مدت کا تعین قمری کیلنڈر کے مطابق چار مہینے دس دن ہوگا۔ یعنی کئی لحاظ سے قمری کیلنڈر کی اہمیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے قمری تاریخ کو یاد رکھنا فرض کفایہ قرار دیا ہے۔

قمری کیلنڈر یا قمری تاریخ کی اہمیت ایک اور وجہ سے بھی ہے۔ ذرا تصور کیجیے کہ اگر ہر سال حج دسمبر کی سردی میں یا جون کی گرمی میں کرنا پڑتا تو اُمت کی تربیت اُس طرح نہ ہو پاتی کہ جو مطلوب ہے کہ خزاں ہو کے بہار لا الٰہ الا اللہ۔ اسی طرح رمضان کے روزے اگر ہر سال دسمبر میں رکھنے پڑتے تو شمالی کرۂ ارض والوں کے لیے تو (سرد موسم اور چھوٹے دنوں کی بدولت) بڑی آسانی رہتی لیکن جنوبی کرہ ارض والوں کو (شدید گرمی اور طویل دنوں کی وجہ سے) شکایت ہوتی کہ یارب یہ کیسی تقسیم ہے۔ اسی طرح اگر جون میں رکھنے پڑتے تو جنوبی کرۂ ارض والوں کے لیے تو بڑی آسانی رہتی لیکن شمالی کرۂ ارض والوں کو شکایت ہوتی۔ لیکن اللہ نے پورے کرہ ارض کے مسلمانوں کے لیے معاملہ برابر تقسیم کر دیا کہ روزے اور حج کے موسم بدلتے رہیں گے، لیکن قمری تاریخ ایک جیسی ہی رہے گی۔ یعنی اگر اس سال حج گرمیوں میں ہوا ہے تو کچھ عرصہ بعد یہ سردیوں میں ہوگا لیکن تاریخ 10 تا

مرتب: ابو ابراہیم

13 ذوالحجہ ہی رہے گی۔ اسی طرح رمضان کچھ عرصہ پہلے گرمیوں میں آیا تھا تو اب رفتہ رفتہ سردیوں کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس طرح پورے کرۂ ارض کے مسلمانوں کے لیے اللہ نے ان عبادات کو آسان کر دیا۔ اس میں حکمت یہ بھی تھی کہ ہر موسم میں بندہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا خوگر رہے اور اس کی مجاہدانہ تربیت ہوتی رہے۔

یہ تو تھی قمری کیلنڈر یا قمری تاریخ کی اہمیت اور افادیت۔ اب ہم اس بات کا جائزہ لیں کہ نئے سال یا ماہ کے آغاز میں اُسوۂ رسول ﷺ کیا تھا اور آج ہم مسلمان کیا کر رہے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کا اُسوہ تو یہ تھا کہ آپ ﷺ ہر ماہ کے آغاز میں جب چاند دیکھتے تھے تو اللہ کے حضور یہ دعا کرتے تھے:

((اَللّٰھُمَّ أَھِلَّه عَلَيْنَا بِالْأَمْنِ وَالْإِيْمَانِ))

”اے اللہ اس چاند کو مطلوع فرما امن اور ایمان کے ساتھ“۔ امن اور ایمان دونوں بہت بڑی نعمت ہیں۔ اسی لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی یہ دعا کی تھی:

﴿ وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِيۡمُ رَبِّ اجۡعَلۡ هٰذَا الۡبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجۡنُبۡنِىۡ وَبَنِىَّ اَنۡ نَّعۡبُدَ الۡاَصۡنَامَ ۞﴾ ”اور یاد کرو جب کہا ابراہیمؑ نے کہ اے میرے رب اس شہر (مکہ) کو بنا دے امن کی جگہ اور بچائے رکھ مجھے اور میری اولاد کو اس سے کہ ہم بتوں کی پرستش کریں۔“ (ابراہیم:35)

حضور ﷺ نے بھی یہی دعا ہر ماہ کے آغاز میں چاند دیکھتے ہوئے کی۔ دعا کے اگلے الفاظ ہوتے تھے:

((وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ))

”اور سلامتی اور اسلام کی روش کے ساتھ“۔

سلامتی اور اسلام بھی بہت بڑی نعمت ہیں۔ سلامتی اس قدر مطلوب ہے کہ ہم جب بھی کسی سے ملتے ہیں تو سلام کرتے ہیں جس میں ہم ایک دوسرے کے لیے سلامتی کا اعلان بھی کرتے ہیں اور سلامتی کی دعا بھی کرتے ہیں۔ اسی طرح اسلام کی روش یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور تابعدار بن جائیں۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو تب ہی سلامتی بھی میسر آئے گی۔ آگے فرمایا:

((وَالتَّوْفِيْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى))

”اے اللہ! اس توفیق کے ساتھ جس کو تو پسند فرمائے اور جس سے تو راضی ہو جائے“۔

یہاں نیک اعمال کی توفیق مانگی جارہی ہے، خیر کی توفیق مانگی جارہی ہے، گناہ سے بچنے کی توفیق مانگی جارہی ہے کہ اے اللہ جس بات کو تو پسند نہیں کرتا اس سے ہمیں بچائے رکھ اور جو تجھے پسند ہے اس کی توفیق عطا فرما۔ پھر چاند کو مخاطب کر کے اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں:

((رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللهُ))

''اے چاند! میرا رب بھی اللہ ہے، تیرا رب بھی اللہ ہے۔''

یہاں شرک کی نفی کی جا رہی ہے۔ سورج، چاند، ستاروں کی پرستش ماضی میں بھی ہوتی رہی ہے اور آج بھی ہو رہی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ اس دعا کے ذریعے اس طرزِ عمل کی نفی فرما رہے ہیں اور اُمت کے لیے تعلیم کا اہتمام بھی فرما رہے ہیں کہ سورج، چاند، ستاروں کا بنانے والا بھی اللہ ہے اور وہ سب بھی اللہ ہی کے حکم کے پابند ہیں۔

یہ دعا اللہ کے نبی نے ہمیں سکھائی ہے کہ ہر ماہ کا چاند دیکھو یا اعلان سنو تو اس دعا کا اہتمام کرو۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ جب بدعات آتی ہیں تو سنتیں رخصت ہو جاتی ہیں۔ اس وقت مسلمان سوشل میڈیا پر ہیپی نیو ایئر، ہیپی اسلامک نیو ایئر جیسے ٹرینڈ چلا رہے ہیں۔ لیکن کتنے لوگوں نے اس دعا کا اہتمام کیا ہوگا؟ کتنے لوگوں کو یہ دعا یاد ہوگی یا اس کا ترجمہ آتا ہوگا؟ اسی طرح دس محرم کو شور شرابہ بلہ گلہ سب کچھ ملے گا مگر رسول اللہ ﷺ کی جو سنت تھی کہ آپ ﷺ دس محرم کو روزہ رکھتے تھے وہ آج مسلمانوں میں ناپید ہے۔ سلف کی بات درست ثابت ہوئی کہ بدعات آئیں گی اور سنت رخصت ہو جائے گی۔ اصل جو دین تھا وہ رخصت ہو گیا اور پیچھے من چاہی رسمیں رہ گئیں۔

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دین سے محبت رکھتے ہیں انہیں چاہیے کہ ان مواقع پر سنت کو زندہ کریں، ہر ماہ کے چاند کو جب دیکھیں یا اعلان سنیں تو سنت کے مطابق دعا کا اہتمام کریں۔ اپنے بچوں کو بھی دعا سکھائیں اور اس کا ترجمہ اور مفہوم بھی انہیں بتائیں تاکہ اسلام آئندہ نسلوں میں زندہ رہے اور ہماری نجات کا ذریعہ بنے۔

ہر سال جب رمضان یا عید الفطر کا چاند دیکھنے کا موقع آتا ہے تو سارا میڈیا آسمان سر پر اُٹھا لیتا ہے۔ بحث اور تکرار کا ایک بازار گرم ہو جاتا ہے، الزامات کی بارش ہوتی ہے، ٹاک شوز میں مرچ مصالحہ لگا کر پورا دن ایک ٹینشن create کرنے میں صرف کیا جاتا ہے۔ لیکن جو اصل کرنے کا کام تھا وہ اللہ کے رسول ﷺ کی سنت تھی کہ چاند دیکھ کر دعا کی جائے۔ اپنے اللہ سے خیر و برکت، سلامتی و ایمان کی دعا کی جائے۔ اس کی طرف کسی کا دھیان نہیں رہتا۔

قمری کیلنڈر کے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ توبہ کی آیت 36 میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ﴾ ''بے شک اللہ کے ہاں مہینوں کی تعداد بارہ ہے اللہ کے قانون میں' جس دن سے اس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو ان میں سے چار مہینے محترم ہیں۔''

دنیا کی کوئی بھی قوم ہو اس کے کیلنڈر میں مہینوں کی تعداد بارہ ہی ہے۔ یہ تقسیم اللہ نے شروع دن سے رکھی ہے۔ ان بارہ میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں یعنی رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم۔ شریعت محمدی ﷺ میں بھی ان مہینوں کی حرمت اور ادب کو برقرار رکھا گیا ہے۔ ان میں سے تین مہینے یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم تو حج کے اعتبار سے محترم ہیں کیونکہ اس زمانہ میں حج کے لیے دور دراز کا سفر کر کے آنا پڑتا تھا اور واپسی میں بھی دور دراز کا سفر ہوتا تھا۔ لہٰذا ذوالقعدہ حج کے لیے آنے کے اعتبار سے، ذوالحجہ حج اور اس کے مناسک کی ادائیگی اور کچھ قیام کے لیے اور محرم کا مہینہ حج والوں کی واپسی کے اعتبار سے اہم تھے۔ آج کے دور میں بھی یہ اتنا ہی اہم ہے کیونکہ لاکھوں لوگوں کو دو چار دن میں لانا ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا ذوالقعدہ کے مہینے میں فلائٹس کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور پھر محرم کے آخر تک جا کر واپسی کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔ پھر یہ کہ حج کے لیے جو جاتا ہے وہ عمرہ بھی کرتا ہے لیکن اس کے علاوہ بھی عمرے کے لیے رجب کا مہینہ معروف تھا۔ عربوں کے ہاں قبل از اسلام بھی ان چار مہینوں کی حرمت تھی اور وہ ان کا احترام کرتے تھے۔ ان مہینوں میں وہ ceasefire کر لیا کرتے تھے، آپس کی جنگیں روک لیا کرتے تھے، لوٹ مار کا سلسلہ بند کر دیتے تھے۔ شریعت محمدی ﷺ میں بھی ان چار مہینوں کی حرمت کو برقرار رکھا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ماضی میں جب ایران عراق کی جنگ چلتی تھی تو ان مہینوں کی آمد پر کہا جاتا تھا کہ خدا کے بندو! ان مہینوں کی حرمت تو مشرکین عرب میں بھی تھی، وہ بھی سیز فائر کرتے تھے، لوٹ مار نہیں کیا کرتے تھے، آپ تو مسلمان ہو، یہ جنگ کا سلسلہ روک دو۔ اب بھی بعض علاقوں میں یہ روایت برقرار ہے۔ ماضی قریب میں یمن اور شام میں جنگ چل رہی تھی تو ان سے کہا جاتا تھا کہ مسلمان کا خون بہانا تو ویسے ہی منع ہے لیکن حرمت والے مہینوں میں حرمت مزید بڑھ جاتی ہے، لہٰذا خدا کا خوف کرنا چاہیے۔

مفسرین نے اس سے بڑھ کر بات لکھی ہے کہ حرمت والے مہینوں کی چونکہ حرمت ہے، ان کا ایک تقدس ہے لہٰذا ان میں اعمال کی اہمیت بڑھ جاتی ہے، بعض مفسرین نے لکھا اجر بھی بڑھ جاتا ہے اور جب حرمت کے اعتبار سے، ادب کے اعتبار سے اعمال کی فضیلت بڑھ جاتی ہے تو اگلا پہلو بھی ہمارے سامنے رہنا چاہیے کہ ان میں گناہ کی شدت بھی بڑھ جاتی ہے۔ ویسے تو گناہوں سے بچنا ہر وقت ضروری ہے لیکن ان حرمت والے مہینوں میں بطور خاص اللہ سے ڈرنا چاہیے۔ لیکن ہمارے ہاں کیا ہو رہا ہے؟ یہاں تو پورا سال سودخوری بھی چلے گی، لوٹ مار بھی چلے گی، حاجیوں کو بھی لوٹا جائے گا، عمرہ کرنے والوں کو بھی لوٹا جائے گا اور اس کے علاوہ بھی لوٹ کھسوٹ اور قتل و غارت گری طرح طرح سے رہے گی۔ حرمتیں پامال کی جائیں گی، دوسروں کے حقوق، دوسروں کی وراثت ہڑپ کر کے، جائیدادوں پر قبضہ کر کے، قوم کے پیسوں پر جا کر غول کے غول عمرہ بھی کر رہے ہوں گے۔ قوم پہلے ہی سسک سسک کر مر رہی ہے اس پر ٹیکسز مزید بڑھا دیے جائیں گے اور دوسری طرف کچھ لوگوں کے اثاثے، جائیدادیں اور منافع بڑھتے چلے جائیں گے۔ اپنی پوزیشن اور اختیارات کا ناجائز استعمال نہ حرمت والے مہینوں میں رکے گا اور نہ ہی سال بھر میں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! اس زمانے کے مشرک حرمت والے مہینوں کی حرمت کا لحاظ رکھتے تھے، قتل و غارت اور لوٹ کھسوٹ نہیں کرتے تھے۔ لیکن یہاں مسلمان ہو کر بھی کوئی لحاظ نہیں رکھا جا رہا۔ حرمت والے مہینے اور کیا غیر حرمت والے مہینے سب میں چوری بھی چلتی ہے، ڈاکہ بھی چلتا ہے، قوم کو لوٹا بھی جاتا ہے، قوم کو بیچا بھی جاتا ہے، اللہ کے دشمنوں سے تعلقات استوار کیے جاتے ہیں اور اللہ کے دشمنوں کو موقع دیا جاتا ہے کہ اللہ کے مومن بندوں کو مارو، شہید کرو، ہم سب ان حرکتوں کے گواہ ہیں۔

محرم کا مہینہ حرمت کے اعتبار سے بھی اور تاریخی اعتبار سے بھی اہم ہے۔ چنانچہ بعض بڑی مستند روایات کے ساتھ تاریخی واقعات کا ذکر اس ماہ کی مناسبت سے ملتا ہے۔ مثلاً سیدنا آدم علیہ السلام نے اللہ کے حضور استغفار کا اہتمام اسی ماہ محرم میں کیا، بعض روایت کے مطابق قبولیت دس محرم کو ہوئی۔ ان کو اعزاز دے کر زمین پر بھیجے جانے کا معاملہ بھی اسی ماہ محرم میں ہوا۔ اسی طرح نوح علیہ السلام کی کشتی کا جودی پہاڑ پر ٹھہرنا، مچھلی کے پیٹ سے یونس علیہ السلام کو نجات ملنا بھی اسی ماہ محرم میں ہوا۔ مستند روایات میں ہے کہ بنی اسرائیل کو فرعون اور آلِ فرعون سے نجات بھی دس محرم کو ملی تھی۔ اسی وجہ سے یہود دس محرم کا روزہ رکھتے تھے۔ عربوں کے ہاں بھی اس کی اہمیت تھی، روایات میں ذکر

موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں دس محرم کو روزے کا اہتمام فرماتے تھے۔ پھر جب ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں آپ ﷺ نے دیکھا کہ یہود بھی دس محرم کو روزہ رکھتے ہیں۔ پوچھنے پر یہود نے بتایا کہ بنی اسرائیل کو اس دن فرعون سے نجات دی گئی تھی اس لیے ہم شکرانے کے طور پر روزہ رکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم سے زیادہ ہم موسیٰ علیہ السلام کے قریب ہیں لہٰذا ہم بھی اس دن روزے کا اہتمام کریں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اس دن یہود بھی روزہ رکھیں اور ہم بھی رکھیں گے تو یہ مشابہت کا معاملہ نہیں ہوگا؟ فرمایا: تم مشابہت کے برعکس معاملہ کرو۔ اگر میں زندہ رہا تو آئندہ سال نو یا گیارہ محرم کا روزہ بھی اس کے ساتھ ملالوں گا۔ یہ سنت تھی۔ لیکن آج کیا ہورہا ہے؟ چھٹی منائی جاتی ہے اور پیٹ بھر بھر کر کھانا کھایا جاتا ہے، سنت میں تو چھٹی نہیں تھی اور نہ ہی پیٹ بھر بھر کر کھانے ملتے تھے۔ سنت میں تو اس دن روزہ تھا۔

اسلامی تاریخ میں شہادت حسین رضی اللہ عنہ ایک بہت بڑا واقعہ ہے وہ بھی دس محرم کو پیش آیا۔ آپؓ نے یہ عظیم شہادت اس دین کے لیے پیش کی جو آپؓ کے نانا جان ﷺ پر مکمل ہوگیا تھا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر اس دین کی تکمیل کا اعلان ہوگیا تھا۔ اس مکمل دین کی حفاظت، اس کی عظمت اور اس کی شان کے لیے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں عظیم قربانی پیش کی اور اُمت مسلمہ کے لیے یہ عظیم درس چھوڑا کہ دین پر کوئی آنچ نہ آنے پائے چاہے جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ لیکن اس دن کی مناسبت سے آج اُمت میں کیا ہورہا ہے۔ چھٹیاں منائی جاتی ہیں اور ایسا ایک جنگ کا ماحول پیدا کردیا جاتا ہے کہ عوام کے لیے کئی مشکلات کھڑی ہوجاتی ہیں۔ مارکیٹیں تو سات محرم کو ہی بند ہوجاتی ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جان دیں حق کی خاطر، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے گھر والے جان دیں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے والد سمیت تین خلفاء راشد جان دیں حق کی خاطر، 23 برس کی جدوجہد میں 250 سے زائد صحابہؓ جان دیں حق کی خاطر، دین کی سربلندی کی خاطر اور اُمت چھٹیاں منائے، لانگ ویک اینڈ مل جائے تو پکنک پروگرام بنائے، کھانا پینا اور عیش اڑانا، کیا یہی اُمتی ہونے کے تقاضے ہیں؟ اللہ کے رسول ﷺ اور اُن کے صحابہؓ نے تو یہ سب قربانیاں غلبہ دین کے لیے دی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اسی جدوجہد کو اُمت کے لیے اُسوہ حسنہ بنایا تھا اور فرمایا تھا: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: 21) ''(اے مسلمانو!) تمہارے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے''

آج اُمت کیا کررہی ہے؟ اللہ ہمیں ہدایت دے اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔ وہاں تو جانیں چلی گئی ہیں اور یہاں اُمت آپ ﷺ کے مشن کے لیے پسینہ بھی دینے کو تیار نہیں۔ دین کے لیے وقت نہیں لیکن دنیا کے حصول کے لیے سارا وقت ہے۔ بس سادہ سادہ اور میٹھا میٹھا دین چاہیے۔ جبکہ حالات یہ ہیں کہ دشمن سر پر کھڑا ہے، سلامتی داؤ پر لگی ہے اور دشمنوں کی طرف سے پریشر بڑھتا ہی چلا جارہا ہے، ایک سے بڑھ کر ایک شرائط ہم پر مسلط کی جارہی ہیں اور ہم مانتے چلے جارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دے اور پاکستان کی حفاظت فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

❁❁❁

گوشۂ انسدادِ سود

(گزشتہ سے پیوستہ)

اس رپورٹ کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ سعودی عرب کی کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ نے اس کا عربی زبان میں ترجمہ کر کے اپنی حکومت' اہل علم اور عوام کے استفادے کے لیے شائع کیا۔ لیکن قابل افسوس بات یہ ہے کہ اسلام کے نام پر حاصل ہونے والے ملک کی افسر شاہی نے اس رپورٹ پر عمل درآمد کے ضمن میں سنجیدہ کوششیں نہیں کیں اور کچھ نیم دلانہ انداز میں اور بہت ہی محدود پیمانے پر مشارکہ' مضاربہ' مرابحہ اور بیع مؤجل ایسے انداز سے متعارف کروائیں کہ خاطر خواہ نتیجہ اور خیر برآمد نہ ہوسکا۔ چنانچہ کونسل نے ایک اور revised report تیار کی جن میں ان الفاظ میں تنبیہ اور اظہار افسوس کیا گیا کہ ''کونسل نے 81-1980ء میں کیے جانے والے ان اقدامات کا جائزہ لیا جو حکومت نے اسلامی نظام معیشت کے نفاذ کے سلسلے میں انجام دیے ہیں' ان میں خاتمہ سود کے لیے کیے جانے والے اقدامات ان سفارشات کے بالکل برعکس ہیں جو کونسل نے تجویز کیں--- حکومت نے وہ طریقہ اختیار کیا جو مقصد کو فوت کرنے کا سبب بن گیا۔''

کونسل کی تنبیہات کا حکومتِ وقت پر جب کوئی اثر نہ ہوا تو 1990ء میں ایک پاکستانی محمود الرحمن فیصل نے وفاقی شرعی عدالت' جو کہ اسلامی قوانین کے مطابق اور اسلامی احکام کے تحت فیصلہ دینے کے لیے وجود میں لائی گئی تھی' میں ایک پٹیشن نمبر 30/1 داخل کی اور عدالت سے استدعا کی کہ رائج الوقت سودی نظامِ معیشت کو غیر اسلامی قرار دے کر اس پر پابندی عائد کی جائے اور حکومت وقت کو ہدایت کی جائے کہ پاکستان کے معاشی نظام سے سود جیسی لعنت کا خاتمہ کیا جائے۔ وفاقی شرعی عدالت نے اس کیس اور اسی سے ملتے جلتے 114 دیگر کیسز کی مشترک سماعت کی۔ دورانِ سماعت بینکرز' اکانومسٹس' حکومتی نمائندوں اور علماء کو تفصیلی طور پر سنا اور دقیق بحثیں کیں اور تحریری اور زبانی بیانات حاصل کیے اور اکتوبر 1991ء میں 157 صفحات پر مشتمل اپنا تاریخی فیصلہ سنایا۔ اُس وقت کی وفاقی شرعی عدالت جسٹس تنزیل الرحمن صاحب بطور چیف جسٹس' جسٹس فدا محمد خان صاحب اور جسٹس عبیداللہ خان صاحب پر مشتمل تھی۔ عدالت نے اپنے فیصلے میں نہ صرف یہ کہ سود کی ایسی تعریف متعین کی جسے معیار بنا کر مروّجہ نظامِ معیشت میں پائے جانے والے سودی معاملات اور آئین اور دستور میں مذکور سودی دفعات کا جائزہ لیا جاسکتا تھا' بلکہ رائج تمام سودی قوانین (22 قوانین) کا جائزہ لے کر بینکنگ سمیت تمام سودی لین دین کو حرام قرار دیا اور وفاقی حکومت اور تمام صوبوں سے بھی کہا کہ وہ 30 جون 1992ء تک متعلقہ قوانین میں تبدیلی کرلیں اور یہ بھی کہ یکم جولائی 1992ء سے تمام سودی قوانین غیر آئینی ہوجائیں گے اور تمام سودی کاروبار غیر اسلامی ہونے کی بنا پر ممنوع قرار پائے گا۔

بحوالہ: ''انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال'' از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 461 دن گزر چکے!

اسلامی نظام کی نظریاتی اساس: ایمان (3)

(بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے 1988ء کے ایک خطاب کی تلخیص)

(گزشتہ سے پیوستہ)

اولوالالباب کی تلاش و جستجو

ان تمام مسائل اور سوالوں پر اصحاب عقل سوچ بچار کرتے ہیں' اگرچہ ایسے لوگ انسانی معاشروں میں خورد بینی اقلیت (microscopic minority) ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے ذہن میں پیدا ہونے والے اس قسم کے سوالوں کی تلاش میں عمریں کھپا دیتے ہیں۔ ان لوگوں کو دنیا کی کسی شے سے دلچسپی نہیں رہتی' جب تک کہ وہ ان سوالات کا کوئی تسلی بخش جواب حاصل نہ کر لیں۔ گہرے غور وفکر اور تلاش و جستجو کے بعد انہیں جو جواب ملتا ہے وہ انہیں اتنا عزیز ہوتا ہے کہ اس کے لیے اپنی جان تک قربان کر دیتے ہیں۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ ان کی زندگیوں میں خواہ ان کی باتوں کو رد کیا گیا ہو' چاہے انہیں تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہو' چاہے ان کو جاہل' پاگل اور مجنون کہا گیا ہو' لیکن ان کے مرنے کے بعد عامۃ الناس اُن کے نظریے کو قبول کر لیتے ہیں اور کروڑوں لوگ ان کے پیروکار بن جاتے ہیں۔

گوتم بدھ کی مثال لے لیجیے۔ ان کے پاس کیا کچھ نہیں تھا؟ جوان بیوی موجود تھی' شیر خوار بچہ تھا' عالی شان گھر تھا' شان و شوکت تھی۔ الغرض زندگی میں جتنی بھی چیزوں سے انسان کو دلچسپی ہو سکتی ہے وہ ساری کی ساری چیزیں اُن کے پاس موجود تھیں۔ لیکن اُن کے ذہن میں کچھ سوالات پیدا ہوئے' مثلاً دنیا میں دکھ کیوں پائے جاتے ہیں؟ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ ایک شخص ٹھوکر کھا کر گرتا ہے اور اُس کا سر پھٹ جاتا ہے۔ اسی طرح ایک شیر خوار بچہ والدین کی نگاہوں کے سامنے دم توڑ رہا ہوتا ہے اور والدین بے بسی کی تصویر بنے کچھ نہیں کر سکتے اور اُن پر صدمے کا پہاڑ ٹوٹ جاتا ہے۔ پھر یہ کہ انسان کے لیے ان دکھوں سے نجات کا کوئی راستہ ہے بھی یا نہیں؟ اس قسم کے سوالوں نے گوتم بدھ کو کرب میں مبتلا کر دیا۔ چنانچہ جوان بیوی' شیر خوار بچہ اور گھر بار چھوڑ کر تلاشِ حقیقت کے لیے جگہ جگہ پھرتے رہے' کبھی ایک رشی کے پاس پہنچے تو کبھی دوسرے کے پاس۔ اس تلاش و جستجو کے نتیجے میں انہوں نے جو کچھ پایا' اس سے قطع نظر کہ وہ کتنا صحیح ہے' یہ حقیقت ہے کہ آج کروڑوں لوگ اُن کے نام لیوا اور پیروکار ہیں۔ دوسری مثال سقراط کی ہے۔ سقراط نے غور وفکر سے کچھ نتائج اخذ کیے اور پھر انہیں عام کرنا شروع کیا۔ چونکہ اُس کے افکار معاشرے کی فکر سے مختلف تھے' لہٰذا قوم نے اس کے سامنے دو اختیار (options) رکھے' یا تو خاموش رہو اور اپنے نظریات کی تبلیغ نہ کرو' یا پھر زہر کا پیالہ پی کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لو۔ سقراط نے اسی مجلس میں زہر کا پیالہ پی لیا' مگر اپنے نظریات کی تبلیغ سے باز رہنا گوارا نہ کیا۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ غور وفکر کے نتیجے میں انسان کو جو کچھ ملتا ہے اس کی قدر و قیمت اس کی نگاہ میں کیا ہوتی ہے۔ سقراط کی زندگی میں تو اُس کے ساتھ یہ سلوک ہوا' لیکن بعد میں اس کے فلسفے کو پذیرائی ملی۔ آج پوری دنیا میں مغربی فلسفے کی جو دو شاخیں چلی آتی ہیں یعنی حقیقت پسندی (Realism) اور تصوریت (Idealism) اُن کے امام کی حیثیت سقراط کو حاصل ہے۔

تیسری مثال حضرت سلمان فارسی ؓ کی ہے۔ وہ ایران میں پیدا ہوئے' جہاں کے لوگ آتش پرستی میں مبتلا تھے۔ اُن کی طبیعت کو یہ چیز گوارا نہ ہوئی۔ انہوں نے سوچا عجیب بات ہے کہ ہم خود آگ جلائیں اور خود ہی اس کے آگے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جائیں۔ تلاشِ حقیقت کی جستجو نے انہیں مضطرب کر دیا۔ چنانچہ اپنا گھر بار اور اپنا ملک چھوڑ کر شام پہنچے۔ وہاں کچھ عیسائی راہبوں کی خدمت میں رہے۔ اس سے اُن کے علم کی پیاس کو کچھ تسکین حاصل ہوئی۔ اس کے بعد آپ ؓ ایک کے بعد دوسرے اور دوسرے کے بعد تیسرے شخص کے پاس گئے۔ جس طرح گوتم بدھ ہندوستان کے رشی مونی (جوگیوں کا خاموش رہنے والا گروہ) میں سے کبھی ایک کے پاس اور کبھی دوسرے کے پاس گئے' ایسے ہی سلمان فارسی ؓ کئی لوگوں کے پاس گئے۔ آخری عالم شخص جس کے پاس آپ ؓ گئے تھے' جب اس کے انتقال کا وقت آیا تو آپ ؓ نے اس سے کہا کہ آپ کا آخری وقت آ گیا' لیکن ابھی میری پیاس نہیں بجھی' اب مجھے بتائیے کہ آپ کے بعد میں کہاں جاؤں؟ اس عالم نے کہا کہ میری نظر میں اس وقت کوئی ایسا عالم نہیں جو صحیح راستہ پر ہو اور میں تمہیں اس کا پتا بتا سکوں۔ البتہ ایک نبی کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے جو دینِ ابراہیمی پر ہوگا۔ عرب کی سرزمین پر اُس کا ظہور ہوگا اور ایک نخلستانی زمین کی طرف وہ ہجرت کریں گے۔ اگر تمہارا وہاں پہنچنا ممکن ہو تو ضرور پہنچنا۔ اُن کی علامت یہ ہوگی کہ صدقہ کا مال نہیں کھائیں گے' البتہ ہدیہ قبول کریں گے۔ ان کے دونوں شانوں کے قریب مہرِ نبوت ہوگی۔ جاؤ قسمت آزمائی کرو' شاید اللہ تمہیں ان کے قدموں تک پہنچا دے۔ چنانچہ آپؓ ایک قافلے کے ساتھ عرب کی طرف چل نکلے۔ راستے میں قافلے پر ڈاکہ پڑا تو انہیں غلام بنا کر فروخت کر دیا گیا۔ آپؓ کو خریدنے والا مدینہ کا ایک یہودی تھا' چنانچہ آپؓ مدینہ پہنچ گئے۔ آپؓ کی حیثیت چونکہ غلام کی تھی' لہٰذا یہ سننے اور جاننے کے باوجود کہ مکہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے' پابند ہونے کی بنا پر وہاں جا نہیں سکتے تھے۔ مَیں یہ کہا کرتا ہوں حضرت سلمان فارسی ؓ کے حوالے سے شاید یہ بات غلط نہ ہو کہ ان کی حقیقت یا طلب۔ ہدایت کی پیاس کا ثمرہ ہے کہ عام محاورے کے برعکس کنواں پیاسے کے پاس چل کر پہنچا۔ یعنی رسولِ خدا حضرت محمد ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور حضرت سلمان فارسی ؓ کی آپ ﷺ تک رسائی ہوئی اور آپ ﷺ کی خدمت میں طویل عرصہ رہے۔

انبیاء کرام ؑ نے بھی غور وفکر کے مراحل طے کیے

مَیں نے مشرق' مغرب اور شرقِ اوسط سے تین مثالیں دیں' اب مَیں آپ کو تصویر کا دوسرا رخ دکھا دینا چاہتا ہوں۔ انبیاء کرام ؑ کے حوالے سے بھی یہ بات اپنی جگہ پر حقیقت ہے کہ انہوں نے بھی غور وفکر کے مراحل طے کیے۔ سورۃ الشوریٰ (آیت 52) میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا:

﴿مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ط﴾ ''(اے نبی ﷺ!) آپ کو معلوم نہیں تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے' لیکن ہم نے اس (قرآن) کو نور بنایا ہے' اس کے ذریعے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں۔''

اگرچہ مفسرین نے اس 'ایمان' کے ضمن میں یہی کچھ کہا ہے کہ اس سے مراد تفصیلی ایمان ہے' کیونکہ اجمالاً ایمان تو ہر نبی کے دل میں موجود ہوتا ہے۔ مَیں اس کی تعبیر یوں کرتا

ہوں کہ نبی کے دل میں بالقوۃ ایمان موجود ہوتا ہے' ہاں اس کا بالفعل ظہور آغازِ وحی کے ساتھ ہوتا ہے۔ درحقیقت جو بات یہاں کہی گئی ہے اسی کی طرف اشارہ سورۃ الضحیٰ میں ہے۔ وہاں فرمایا: ﴿وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۞﴾ ''(اے نبی ﷺ!) آپ کو اللہ نے تلاشِ حقیقت میں سرگرداں (حقیقت کے دروازے پر دستک دیتے ہوئے) پایا تو راہ دکھائی۔'' بہرحال یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ انبیاء کرام علیہم السلام غور وفکر کے دور سے نہیں گزرے۔ سوچ بچار کا دور اُن پر بھی آتا رہا اور وہ بھی ان تمام مراحل سے گزارے گئے۔ یہاں تک کہ جب وہ عقل وفطرت کے راستے پر چلتے اور غور وفکر کی منازل طے کرتے ہوئے حقیقت کے دروازے پر جا کھڑے ہوئے اور دستک دی تب اُن پر دروازہ کھلا۔

حضور ﷺ کے بارے میں تو صراحت موجود ہے کہ آپؐ غارِ حرا میں غور وفکر کیا کرتے تھے۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سب سے پہلی وحی جو رسول اللہ ﷺ پر اُترنی شروع ہوئی وہ سچے خواب تھے' جو آپؐ بحالت نیند دیکھتے تھے' چنانچہ جب بھی آپؐ خواب دیکھتے تو وہ صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہو جاتا۔ پھر آپؐ کو تنہائی سے محبت ہونے لگی اور آپؐ غارِ حرا میں کئی کئی روز تک تنہا رہنے لگے۔ وہاں آپؐ تحنث کیا کرتے۔ شارحینِ حدیث نے اس کے لیے الفاظ استعمال کیے ہیں: كَانَ صفة تعبّده فی غارِ حراءِ التفکر والاعتبار ''غارِ حرا میں آپؐ کی عبادت کی کیفیت یہ تھی کہ آپؐ غور وفکر اور سوچ بچار کیا کرتے تھے''۔ معلوم ہوا کہ غور وفکر کے مراحل سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی گزرے ہیں۔ وحی کے ذریعے ایمان کی گہرائی اور اس کے خاکے میں تفصیلات کا رنگ بھرا گیا۔

یہی معاملہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ ان کے غور وفکر کے مراحل کا بیان سورۃ الانعام میں آیا ہے۔ فرمایا: ''اور ہم اس طرح ابراہیمؑ کو آسمانوں اور زمین کے عجائبات دکھانے لگے' تاکہ وہ خوب یقین کرنے والوں میں ہو جائیں۔ (یعنی) جب رات نے ان کو (پردۂ تاریکی سے) ڈھانپ لیا تو (آسمان میں) ایک ستارے پر نظر پڑی' کہنے لگے یہ میرا پروردگار ہے! پھر جب وہ غائب ہو گیا تو کہنے لگے کہ مجھے غائب ہو جانے والے پسند نہیں۔ پھر جب چاند کو دیکھا کہ چمک رہا ہے' کہنے لگے یہ میرا پروردگار ہے! لیکن جب وہ چھپ گیا تو بول اٹھے کہ اگر میرا پروردگار مجھے سیدھا راستہ نہیں دکھائے گا تو میں ان لوگوں میں ہو جاؤں گا جو بھٹک رہے ہیں۔ پھر جب سورج کو دیکھا کہ جگمگا رہا ہے تو کہنے لگے میرا پروردگار یہ ہے' یہ سب سے بڑا ہے۔ مگر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو کہنے لگے: لوگو جن چیزوں کو تم (اللہ کے) شریک بناتے ہو' میں ان سے بے زار ہوں۔ میں نے سب سے یکسو ہو کر اپنے آپ کو اسی ذات کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔''
(آیات: 75 تا 79)

اگرچہ ان آیات کی ایک تعبیر اور بھی ہے۔ وہ یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مظاہرِ فطرت سے مکالمہ اپنی قوم پر اتمامِ حجت کے لیے تھا۔ لیکن بعض مفسرین کی رائے یہ بھی ہے کہ یہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فکر کے ارتقاء کے مراحل ہیں جن کا ذکر یہاں ہوا ہے۔

انبیاء کرامؑ کی دعوت اور فلاسفہ کے نظریات کا اصل فرق

تلاشِ حقیقت سے متعلقہ سوالوں کے جوابات کے حوالے سے ہمیں انسانی تاریخ میں دو گروہ ملتے ہیں۔ ایک وہ لوگ جن کو ہم فلسفی اور حکماء کہتے ہیں' جنہوں نے اپنے غور وفکر' سوچ بچار' اپنی منطق اور عقل کے گھوڑے دوڑا کر حقیقت کی پردہ کشائی کی کوشش کی ہے۔ اس غور وفکر کے نتیجے میں انہیں جو محسوس ہوا' اُسے انہوں نے مرتب کیا۔ اُن کے ان افکار کو ہم فلسفہ کہتے ہیں کہ فلاں حکیم کا یہ فلسفہ ہے' فلاں فلسفی کا یہ نظامِ فکر ہے۔ فلسفی اور حکماء کے جوابات کا واحد ذریعہ غور وفکر ہے۔ انہوں نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اُن کے پاس غور وفکر کے علاوہ کوئی اور ذریعہ بھی ہے جس سے انہیں یہ حقائق معلوم ہوئے۔ انہوں نے ہمیشہ یہی دعویٰ کیا کہ یہ فکر جو ہم پیش کر رہے ہیں' ہمارے اپنے غور وفکر اور سوچ کا نتیجہ ہے۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ آج تک کسی فلسفی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ غور وفکر سے جو نتائج اُس نے اخذ کیے ہیں وہ صد فی صد حق ہیں۔ خود علامہ اقبال نے اپنے خطبات کے دیباچے میں یہ الفاظ لکھ دیے ہیں کہ میں ہرگز دعویٰ نہیں کرتا کہ جو کچھ میں نے ان خطبات میں کہا ہے وہ حرفِ آخر ہے' بلکہ ہمارا کام یہ ہے کہ طالب علمانہ انداز میں غور وفکر جاری رکھیں۔ ہو سکتا ہے جیسے جیسے وقت گزرے اس سے صحیح تر باتیں سامنے آ جائیں۔

دوسرا گروہ انبیاء کرام علیہم السلام کا ہے۔ فلاسفہ کے مقابلے میں انبیاء کرامؑ جو دعوت پیش کرتے رہے' اُس کے بارے میں انہوں نے یہ نہیں کہا کہ جو کچھ ہم پیش کر رہے ہیں وہ ہماری سوچ اور ہمارے غور وفکر کا نتیجہ ہے' بلکہ دوٹوک انداز میں یہ کہا کہ اس کا ذریعہ وحی ربانی ہے' وحی کے ذریعے ہمیں ان حقائق تک رسائی ہوئی ہے۔ پھر یہ کہ انہوں نے صاف اعلان کیا کہ یہ دعوت صد فی صد حق ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کے آغاز ہی میں لوگوں پر واضح کر دیا گیا: ﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ﴾ (البقرۃ: 2) ''یہ وہ کتاب ہے جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں (یہ کل کا کل حق ہے)۔'' اسی طرح سورۂ مریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول نقل ہوا ہے۔ وہ اپنے والد سے کہتے ہیں: ''ابا جان! آپ کو میری پیروی کرنی ہو گی۔''
﴿يٰٓاَبَتِ اِنِّىْ قَدْ جَآءَنِىْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِىْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ۞﴾
''ابا جان! میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا' پس میری پیروی کریں' میں آپ کی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کروں گا۔''

بظاہر یہ بات غیر منطقی اور غیر معقول دکھائی دیتی ہے کہ بیٹا باپ سے پیروی کا تقاضا کرے۔ اس لیے کہ دنیا میں باپ زندگی کے مختلف مراحل سے گزرا ہوا ہوتا ہے' اس کا تجربہ زیادہ ہوتا ہے اور بیٹے کا تجربہ کم ہوتا ہے۔ لہٰذا بیٹے کا باپ سے اپنی پیروی کا مطالبہ کرنا بظاہر عجیب لگتا ہے' لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام علم وحی کی بنیاد پر والد سے پیروی کا مطالبہ کر رہے تھے' اور وہ انہی کے پاس تھا' باپ کو حاصل نہ تھا۔ معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام جو دعوت پیش کرتے ہیں وہ وحی کی بنیاد پر کرتے ہیں اور پھر اس دعوے کے ساتھ کرتے ہیں کہ یہ حق ہے۔ اصطلاحاً ان کی دعوت کو برحق ماننے کا نام ایمان ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسلام عقل وفطرت کے منافی بات منوانا چاہتا ہے اور ایمانی حقائق کے پیچھے کوئی عقلی اور منطقی بنیاد نہیں ہے۔ بلکہ وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ تو تمہاری فطرت کی آواز ہے' یہ تمام حقائق تمہارے اندر موجود ہیں' لیکن خوابیدہ (dormant) ہیں' وحی نے آ کر صرف ان کو جگایا ہے' وحی کے ذریعے ان میں یقین کی گہرائی اور گیرائی پیدا ہوئی ہے۔ (جاری ہے)

دعائے صحت کی اپیل

☆ حلقہ جنوبی پنجاب' ممتاز آباد کے امیر سید راشد عباس کی والدہ محترمہ اور اہلیہ بیمار ہیں۔

برائے بیمار پرسی: 0300-6372561

اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

ہماری پوری معیشت IMF کے ماتحت جا چکی ہے۔ حتیٰ کہ سیاسی معاملات میں بھی ان کا عمل دخل بڑھ چکا ہے۔ آئی ایم ایف کے گرداب سے نکلنے کے لیے اب ہمارے پاس جو آؤٹ آف دی باکس حل رہ گئے ہیں انہیں میں سے کسی ایک میں خیر ہو سکتی ہے: حافظ عاطف وحید

سود وہ بڑی لعنت ہے جس کو ختم کر کے ہم معاشی ترقی کی طرف بڑھ سکتے ہیں: رضاء الحق

آئی ایم ایف کے شکنجے سے کیسے نکلیں؟ کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: آئی ایم ایف نے پاکستان سے کیے گئے تین ارب ڈالر کے سٹینڈ بائی معاہدے کی تفصیلات جاری کر دی ہیں۔ اس کی سمری کیا ہے؟

رضاء الحق: بنیادی طور پر یہ تین ارب ڈالر کا معاہدہ ہے جس میں سے 1.2 ارب فوری طور پر جاری کر دیا جائے گا اور باقی دو قسطیں نومبر 2023ء اور فروری 2024ء میں جاری کی جائیں گی۔ IMF یا ورلڈ بینک کا بظاہر دعویٰ ہے کہ ہم دوسرے ممالک میں سٹرکچرل اصلاحات کرتے ہیں اور ان کے بیلنس آف پیمنٹس کو سہارا دے کر مستحکم کرتے ہیں لیکن جب ہم ان دونوں اداروں کی شرائط کو دیکھتے ہیں تو صورت حال بالکل مختلف نظر آتی ہے اور صاف دکھائی دیتا ہے کہ وہ مقروض ممالک کے پورے نظام کو ڈکٹیٹ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ موجودہ سٹینڈ بائی معاہدہ آئی ایم ایف کے ساتھ پاکستان کا 23واں معاہدہ ہے اور یہ 2019ء کے معاہدے کا ہی تسلسل دکھائی دیتا ہے۔ اس میں معاشی شرائط کے ساتھ ساتھ سیاسی شرائط بھی شامل ہیں۔ (1)۔ سال میں بجلی کے نرخوں میں 16 بار اور گیس کے نرخوں میں 2 بار اضافہ کیا جائے۔ (2)۔ زراعت اور تعمیرات کے شعبہ جات میں ٹیکسز کو بڑھایا جائے۔ (3)۔ تنخواہوں اور پنشنز میں کمی کی جائے۔ (4)۔ ڈالر کا انٹر بینک اور اوپن مارکیٹ میں فرق 1.5 فیصد سے زیادہ نہ ہو۔ (5)۔ سخت مانیٹری پالیسی اپنائے رکھنا۔ ابھی بھی یہ پالیسی سخت چل رہی ہے اور انٹرسٹ ریٹ 22 فیصد ہے۔ (6)۔ توانائی کے شعبہ میں سبسڈیز کو بتدریج کم کرنا اور آخر میں اس کو ختم کرنا۔ (7)۔ ایکسپورٹ ری فائننگ کی سکیموں کو ختم کرنا۔ ساتھ ملٹی کرنسی ایگریمنٹس کو ختم کرنا۔ (8)۔ سٹیٹ انٹرپرائزز کو پرائیویٹائز کر دیا جائے جن میں دو LNG پلانٹس، فرسٹ وومن بینک، HBFC اور چند دیگر ادارے شامل ہیں، امپورٹس پر پابندی کو مکمل طور پر ختم کیا جائے۔ (9)۔ پاکستان کم از کم دو بلین ڈالر کے یورو بانڈ جاری کرے جو سودی معیشت کا بنیادی element ہے۔ (10)۔ پالیسی کے حوالے سے پارلیمنٹ اور وزارت خزانہ کوئی بھی بڑا فیصلہ کرنے سے پہلے IMF

مرتب: محمد رفیق چودھری

سے اجازت لے گی۔ سرکاری اداروں کی مانیٹرنگ IMF خود کرے گا۔ سٹیٹ بینک گزشتہ حکومت میں IMF کے کنٹرول میں چلا گیا، اب FBR کو بھی کنٹرول میں لینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ (11)۔ نیشنل اکاؤنٹس کمیٹی اپنی سہ ماہی رپورٹ اور اس کا ڈیٹا مرتب کر کے IMF کو پیش کرے گی اور IMF اس کا جائزہ لے گا کہ کس حد تک شرائط پر عمل درآمد ہو رہا ہے، اس کی بنیاد پر آئندہ پروگرام آگے بڑھانے کے حوالے سے بات ہوگی۔

حافظ عاطف وحید: ایک مشہور شعر ہے:

وصالِ یار سے دونا ہوا عشق
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

ہمارا IMF کے ساتھ ایک وصل کا تعلق ہے اور یہ ادارہ ایسا ہے کہ جو بظاہر ہمارے ساتھ بھی خواہی کا اظہار کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ جتنا ہم نے اپنا تعلق بڑھایا ہے اتنا ہی ہم ان کے چنگل میں پھنسے ہیں اور اب تو کلی طور پر ان پر انحصار کی نوبت آن پہنچی ہے۔ اس سے پہلے جب ہم ان کے پاس جاتے تھے تو ان کا دباؤ سوشل انجینئرنگ پروگرام اور کچھ ہمارے مذہبی اعتقادات کے حوالے سے ہوتا تھا لیکن اب معاملہ اس حد تک بڑھ چکا ہے کہ ہماری پوری معیشت ان کے ماتحت جا چکی ہے۔ حتیٰ کہ سیاسی معاملات میں بھی ان کا عمل دخل بڑھ چکا ہے۔ حالانکہ اگر دیکھا جائے تو IMF کی شرح سود مقامی بینکوں کی نسبت بہت کم ہوتی ہے بلکہ اگر IMF کی شرائط پر عمل درآمد کرلیا جائے تو وہ آپ کو واپس بھی مل سکتا ہے۔ یعنی مالیاتی اعتبار سے IMF سے ڈیل اتنی زیادہ مشکل نہیں ہوتی لیکن اگر اس کی طرف سے معاشی اور سیاسی شرائط آ جائیں تو پھر دیکھنا چاہیے کہ کیا وہ شرائط ہمارے معاشرے کے فیبرک کے ساتھ مطابقت بھی رکھتی ہیں یا نہیں۔ جیسے سخت مانیٹری پالیسی ہے جس کا مطلب ہی یہ ہے کہ آپ پیسے کی سرکولیشن کو کم کرنا چاہ رہے ہیں، شرح سود بڑھا دی ہے اور آپ سمجھتے ہیں کہ لوگوں کے ہاتھ میں پیسہ کم ہوگا تو لوگ چیزوں کی ڈیمانڈ کم کریں گے، انویسٹمنٹ بھی کم ہوگی تو اس کے نتیجے میں انفلیشن کنٹرول کر لیں گے۔ لیکن یہ سخت مانیٹری پالیسی اس صورت میں موثر ہو سکتی ہے کہ اگر ہمارے ہاں excessive demand for money ہو تب تو یہ پالیسی صحیح رہے گی لیکن ہم پہلے ہی cost push infilation کا شدت سے شکار ہیں۔ ہمارے پیداوار کے وسائل مہنگے ہیں، اگر شرح سود بڑھے گی تو اس کا مطلب ہوگا کہ جس انڈسٹری نے بھی بینکنگ سیکٹر سے کوئی سہولت لینی ہے تو اسے اپنی پیداوار کی قیمتوں کو بھی بڑھانا پڑے گا۔ جبکہ یہاں کاسٹ آف پروڈکشن پہلے ہی زیادہ ہے اس کے بعد عوام مزید بری طرح متاثر ہوں گے۔ اس دفعہ IMF نے جتنے بھی اقدامات تجویز کیے ہیں جن پر سختی سے عمل درآمد کروایا جائے گا، ان کی مانیٹرنگ کی جائے گی، عمل درآمد سے متعلق رپورٹس کا

جائزہ لے کر ہی اگلی قسط جاری کی جائے گی، وہ سارے اقدامات یہاں مہنگائی کو مزید بڑھاوا دینے کا ذریعہ بنیں گے۔ چنانچہ یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ ہماری حکومت معیشت کو پیروں پر کھڑا کرنے کی خواہش کا اظہار بھی کرتی ہے اور وہ اقدامات بھی اُٹھا رہی ہے جس سے معیشت مزید تباہی کی طرف جائے گی۔ حالیہ پیکج سے عارضی بہار تو آجائے گی، سٹاک مارکیٹ اور money market میں بھی کچھ استحکام آجائے گا، اس کے نتیجے میں کچھ انویسٹمنٹ بھی آجائے گی جس سے ہمیں کچھ اعداد دکھانے کا موقع مل سکے گا لیکن یہ سب جس قیمت پر ہو رہا ہے اس سے کوئی خیر برآمد نہیں ہوگی بلکہ حالیہ شرائط لانگ ٹرم میں پاکستان کے لیے بہت مہلک ہیں۔

سوال: حکومتی سطح پر دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ اس قرضے کی وجہ سے معاشی میدان میں ہمیں بڑی کامیابی ملی ہے اور ڈیفالٹ کا خطرہ ٹل گیا ہے۔ فارن ریزرو بڑھ گئے ہیں، سٹاک مارکیٹ میں بھی تیزی آگئی ہے۔ کیا اس عارضی بہار سے پاکستان کے عام آدمی کی زندگی میں کچھ بہتری آنے کا امکان ہے؟

حافظ عاطف وحید: اس عارضی بہار میں ایک خیر کا پہلو یہ ہے کہ جب IMF کا ایسا پیکج منظور ہوتا ہے تو جن ممالک کے ساتھ آپ کے بائی لیٹرل اور ملٹی لیٹرل معاہدات ہوتے ہیں اُن کو بھی موقع مل جاتا ہے کہ وہ آپ کے ساتھ تجارت کریں، کچھ نفع دے سکیں یا ریزرو کی سہولت دے سکیں۔ جیسا کہ سعودی عرب اور یو اے ای نے ہمارے خزانے میں کچھ پیسہ ڈال دیا ہے جو کہ اسی معاہدے سے مشروط تھا۔ اسی طرح چین بھی آگے بڑھ رہا ہے۔ اس طرح کے پارٹنرز کے ساتھ جب ہمارے معاملات بہتر ہوں گے تو یہ ایک عام آدمی کے لیے breathing space کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ لیکن بالآخر اس معاہدے نے نو ماہ کے اندر مکمل ہونا ہے اور اس دوران آپ IMF کی شرائط پر عمل کرتے ہوئے آگے بڑھیں گے تو اس کے نتیجہ میں پارٹنرز کی طرف سے دیا جانے والا ریلیف عملی طور پر موثر نہیں ہو سکے گا۔ مختصراً عام آدمی کی زندگی میں کوئی ریلیف آتا ہوا دکھائی نہیں دے رہا بلکہ اس کی مشکلات میں مزید بڑھیں گی۔

سوال: سٹیٹ بینک آف پاکستان کی رپورٹ جون 2023ء کے مطابق پاکستان کا کل واجب الادا قرضہ 72.5 کھرب روپے ہے۔ سودی قرضوں سے نجات کیسے ممکن ہو سکے گی؟

رضاء الحق: سٹیٹ بینک کی رپورٹ کے مطابق پاکستان پر کل واجب الادا قرض 72.5 کھرب روپے ہے۔ ہمارے بجٹ میں جو پیسہ مختص کیا جاتا ہے وہ قرض کی اصل زر کی واپسی کے لیے نہیں سود کی واپسی کے لیے کیا جاتا ہے۔ آئی ایم ایف کی رپورٹ کے مطابق ہمارا مالیاتی خسارہ 7.5 فیصد ہے اور پرائمری سرپلس 0.4 فیصد ہے۔ اس سے دو چیزیں بڑی واضح ہو جاتی ہیں۔ نمبر ایک سود کی ادائیگی کے لیے جو رقم ہے اس کو علیحدہ کر کے بھی آمدن اخراجات سے تقریباً نہ ہونے کے برابر زیادہ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہماری معاشی سرگرمی نہ ہونے کے برابر ہے اور سود ہی وہ بڑی لعنت ہے جس کو اگر ختم کیا جائے تو ہم اپنی معاشی سرگرمی کو آگے بڑھا سکتے ہیں۔ سود کو ختم کر کے باقی وسائل کو استعمال کر کے ہم اپنی پروڈکشن بھی

> **پالیسی کے حوالے سے پارلیمنٹ اور وزارت خزانہ کوئی بھی بڑا فیصلہ کرنے سے پہلے IMF سے اجازت لے گی۔ سرکاری اداروں کی مانیٹرنگ IMF خود کرے گا۔**

بڑھا سکتے ہیں۔ عوام کی فلاح و بہبود کے لیے بھی کام کر سکتے ہیں اور ملک کے معاشی اشاریہ کو بھی بڑھا سکتے ہیں۔ مگر سود سے نجات کیسے ممکن ہے؟ اس کے لیے مختلف آراء ہیں۔ کچھ کہتے ہیں کہ آپ ساورن ڈیفالٹ کی طرف چلے جائیں کیونکہ بہت سارے ممالک نے ڈیفالٹ کیا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق دوسری جنگ عظیم کے بعد سے 149 ممالک ساورن ڈیفالٹ کر چکے ہیں۔

سوال: کیا ساورن ڈیفالٹ کی وجہ سے پاکستان کے قرضے وائپ آؤٹ ہو جائیں گے؟

رضاء الحق: ساورن ڈیفالٹ کی وجہ سے کوئی چیز وائپ آؤٹ نہیں ہوا کرتی لیکن آپ کو اتنا وقت مل جائے گا کہ آپ اپنی معیشت کو دوبارہ کھڑا کر سکیں اور یہ مختلف ممالک نے کر کے دیکھا ہے۔ لیکن پاکستان میں معاشی مسئلہ کے علاوہ تین مزید مسائل ڈیفالٹ کی صورت میں خطرے کی علامت بن سکتے ہیں۔ (1)۔ ہمارے ایٹمی اثاثہ جات پر سخت پابندیاں لگ سکتی ہیں۔ (2) ملک کے اندر انتشار پھیل سکتا ہے۔ (3) ہمارے اسلامی تشخص پر حملہ ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ڈیفالٹ کے لیے ایسے حکمران چاہئیں جن پر عوام اعتماد کرتے ہوں تب وہ اس مشکل میں حکومتی پالیسی کا ساتھ دیں گے۔ اگر ہم نے آئی ایم ایف کے پروگرام سے نکلنا ہے تو اس کے لیے will چاہیے۔ دوسرا ہمیں متبادل پلان چاہیے ہوگا۔

سوال: کیا حالیہ قرضے سے ہماری معیشت پر کوئی مثبت اثرات مرتب ہوں گے؟

حافظ عاطف وحید: یہ بات طے شدہ ہے کہ شارٹ ٹرم اور لانگ ٹرم دو علیحدہ نقطہ ہائے نظر ہیں۔ شارٹ ٹرم میں ایسے ہی ہے کہ ہماری جان آ کر حلق میں پھنسی ہوئی تھی تو اس قرضے سے عارضی طور پر اس کیفیت سے نکلنے کا موقع ملے گا۔ لیکن لانگ ٹرم میں اس قرضے کے منفی اثرات مرتب ہوں گے کیونکہ یہ ریلیف بہت ہائی کاسٹ پر ہے اور ہماری آئندہ نسلیں جکڑی جائیں گی۔ مجھے یاد ہے کہ جب IMF کے ساتھ ڈیل چل رہی تھی اور IMF لیت ولعل سے کام لے رہا تھا تو اس دوران پاکستان میں یہ بات چلی کہ اب ہمیں مختلف ممالک کے ساتھ بارٹر ایکسچینج کا معاملہ کرنا چاہیے۔ یعنی اگر ہمارے پاس ڈالر نہیں ہیں تو ہم اس کے بغیر بھی سروائیو کرنے کا سلیقہ سیکھ لیں لیکن جیسے ہی بارٹر ایکسچینج کی طرف سوچ بڑھی تو IMF نے دوبارہ آواز دے دی کہ آؤ قرضہ لے جاؤ، بس آپ نے یہ یہ شرائط پوری کرنی ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ کو متبادل حل کی طرف بھی نہیں بڑھنے دیا جا رہا ہے۔ اس کے لیے ایسے طریقے اختیار کیے گئے ہیں کہ ہمارے حکمران بھی کوئی آزادانہ قدم نہیں اُٹھا سکتے کیونکہ اس کرپٹ سسٹم میں اُن کے بھی کچھ مفادات ہوتے ہیں۔

بہر حال میرے خیال میں پاکستان کے معاشی استحکام کے لیے ہمارے پاس آؤٹ آف دی باکس جو حل ہیں انہی میں خیر ہے اور ان میں سے پہلا حل یہ تھا کہ سود کا خاتمہ کیا جائے۔ وفاقی شرعی عدالت نے سود کے خلاف فیصلہ دیا ہوا ہے اس پر حکومت عمل درآمد کروا سکتی تھی لیکن اب معاملہ حکومت کے ہاتھ سے بھی نکل چکا ہے کیونکہ ایسی قانون سازی کی گئی ہے جس کے بعد سٹیٹ بینک سود کی شرح کا تعین کرنے میں آزاد ہے۔ گویا انہوں نے اب ہمارے لیے کوئی آسرا چھوڑا ہی نہیں۔ اب آپ سٹیٹ بینک کے خلاف عدالت میں بھی نہیں جا سکتے۔ لہٰذا اب جو بھی کوئی خیر مل سکتا ہے وہ کسی بڑی عوامی تحریک یا کسی ساورن ڈیفالٹ کے ذریعے سے ہی مل سکتا ہے جس کے لیے قوم پوری طرح تیار ہو۔ یا پھر ایک طریقہ یہ ہے کہ بنکوں کو نیشنلائز کر لیں۔ جتنی بنکوں کو ادائیگیاں ہونی ہیں وہ ظاہر ہے سرکاری خزانے میں آئیں گی اور اس کے حساب

سے ہی پھر خرچ ہوں گی۔ اس طرح کا کوئی بڑا حل ہی ہمیں نکالے گا ورنہ ہم مزید اس گرداب میں پھنسیں گے۔

سوال: IMF سے قرضے دیگر ممالک بھی لیتے رہے ہیں۔ بھارت نے 1993ء میں IMF سے قرضہ لیا تھا، لیکن اس کے بعد اس کو قرضے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوئی ۔ اب جبکہ پاکستان تین ارب ڈالر لینے کے لیے IMF کی منتیں کر رہا ہے اس وقت بھارت چاند پہ اپنا خلائی مشن بھجوا رہا ہے۔ اس تضاد کی وجہ کیا ہے؟

حافظ عاطف وحید: انڈیا نے آج سے کوئی ستر سال پہلے ایک ڈویلپمنٹ ماڈل وضع کیا کہ consumption goods کی پروڈکشن اور انکم کو محدود پیمانے پر رکھا جائے اور کیپٹل گڈز (جن کا تعلق انڈسٹری اور پروڈکشن سے ہے) میں زیادہ سے زیادہ انویسٹمنٹ کی جائے۔ ایک تخمینہ تھا کہ اس پلان پر عمل کرکے بیس سال بعد فلاں سٹیج پر پہنچ جائیں گے، تیس سال بعد فلاں پر اور اس کے بعد آپ اس سٹیج پر آ جائیں گے کہ جہاں بڑے پیمانے پر کھپت حاصل کر سکیں۔ انڈیا والوں نے سیاسی اکھاڑ پچھاڑ کے ہوتے ہوئے بھی اپنے اس گروتھ پیٹرن کو نہیں چھوڑا بلکہ اس کے مطابق چلے اور آج بھارت ایک انڈسٹریل ملک بن چکا ہے اور دنیا کے تیزی سے ترقی کرتے ہوئے ممالک میں سے ایک ہے۔ وہ آئی ٹی میں بہت آگے جا چکا ہے۔ مقامی انڈسٹری اور انفراسٹرکچر سے بہت کچھ حاصل کر رہا ہے ۔ اصل میں معیشت کی ترقی ایک تسلسل مانگتی ہے۔ لیکن ہمارے ہاں ہمیشہ اکھاڑ پچھاڑ ہی رہی ہے، جو بھی نئی حکومت آتی ہے تو نئی پالیسی بناتی ہے۔ حالانکہ پالیسیوں کے تسلسل سے ہی انوسٹر کو اعتماد ملتا ہے اور فارن انوسٹمنٹ کے دروازے کھلتے ہیں۔ لیکن ہماری حکومتیں اس میں ناکام ہوئیں جس کی وجہ سے ہماری ایکسپورٹس کے مقابلے میں امپورٹس بڑھ گئیں لہٰذا بیلنس آف پیمنٹ کے لیے IMF کے پاس جانا پڑا۔ جبکہ بھارت نے پالیسی کے تسلسل کے ذریعے انوسٹمنٹ کو بڑھایا، نتیجہ میں ایکسپورٹس بڑھیں اور امپورٹس کم ہوئیں جس کے بعد انہیں IMF کے پاس جانے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔

سوال: پاکستان نے چین سے سب سے زیادہ قرضہ لیا ہے ۔ یہ صورت حال مستقبل میں پاکستان کے لیے خطرناک تو ثابت نہیں ہوگی؟

رضاء الحق: خطرناک تو اب بھی یہ صورتحال ثابت ہونا شروع ہو چکی ہے۔ اس وقت چین کے تقریباً 17 ارب ڈالر واجب الادا ہیں۔ اس کے بعد ملٹی لیٹرل قرضے تقریباً33ارب روپے ہیں۔ یو ایس انسٹیٹیوٹ فار پیس کی جون کی سٹڈی کے مطابق اپریل 2023ء سے جون 2026ء تک پاکستان نے 75.5 بلین ڈالرز کا قرضہ ادا کرنا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ پیسہ کہاں سے جنریٹ ہو گا؟ چین کے حوالے سے ایسا دکھائی دیتا ہے کہ وہ ابھی ہمارے اوپر زیادہ پریشر نہیں ڈال رہا کیونکہ پاکستان کی جغرافیائی پوزیشن کی وجہ سے چین کے سٹریٹیجک مفادات ہیں۔ امریکہ کواڈ اور دوسری معاشی پابندیوں کے ذریعے چین کے گھیراؤ کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ اس کے سی پیک اور بی آر آئی منصوبوں کو ناکام بنانے کی کوشش میں ہے۔ ان حالات میں چین کو پاکستان کی ضرورت ہے۔ اسی لیے وہ پاکستان کی مکمل کلینیکل ڈیتھ نہیں ہونے دیتا۔ البتہ مستقبل میں ہمیں یہی دکھائی دیتا ہے کہ ہم اپنی اکانومی کا بہت بڑا حصہ چین کے حوالے کر چکے ہوں گے تو پھر وہ بھی زبردست دباؤ ڈالے گا۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم کوئی لانگ ٹرم پالیسی بنائیں اور پھر اس پر عمل درآمد کو ہر صورت یقینی بنائیں۔ تبھی ان حالات سے نکل سکتے ہیں ورنہ مشکل ہے۔

> **اس دفعہ IMF نے جتنے بھی اقدامات تجویز کیے ہیں، اُن کی مانیٹرنگ وہ خود کرے گا اور سختی سے عمل درآمد کروایا جائے گا، وہ سارے اقدامات یہاں مہنگائی کو مزید بڑھاوا دینے کا ذریعہ بنیں گے۔**

سوال: کہا جاتا ہے کہ سیاسی اور معاشی استحکام دونوں لازم ملزوم ہیں لیکن اس وقت پاکستان دونوں کرائسز کا شکار ہے۔ موجودہ یا آنے والی حکومت کیا اقدامات اٹھائے تاکہ پاکستان میں معاشی اور سیاسی استحکام آ سکے؟

رضاء الحق: سب سے پہلے نظریاتی طور پر واپس اپنی بنیادوں پر آنا ضروری ہے ۔ قیام پاکستان کے بعد قائداعظم نے سٹیٹ بنک (پشاور برانچ) کا افتتاح کرتے ہوئے کہا تھا کہ: ”میں اشتیاق اور دلچسپی سے معلوم کرتا رہوں گا کہ آپ کی مجلس تحقیق بینکاری کے ایسے طریقے کیونکر وضع کرتی ہے جو معاشرتی اور اقتصادی زندگی کے اسلامی تصورات کے مطابق ہوں۔“ مگر پون صدی گزر چکی ہے، ابھی تک قائداعظم کے فرمان پر کوئی عمل نہیں ہوا بلکہ اُلٹا سٹیٹ بنک کے گورنر کہہ رہے ہیں کہ ہم بینکوں اور معیشت پر شرعی اصولوں کو زبردستی لاگو نہیں کر سکتے۔

حافظ عاطف وحید: اس وقت ہمیں اپنی بقاء کا مسئلہ درپیش ہے، استحکام تو بعد کی بات ہے لیکن بقاء پہلے ہے، ظاہراً ناامیدی بھی اچھی شے نہیں ہے، ہمیں امید بھی رکھنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے رحمت کی دعا بھی کرنی چاہیے۔ ہمارے عوام کو ایک بات سمجھ لینی چاہیے کہ ہمارے سیاسی یا مقتدر طبقات کی باتوں کو ان کی فیس ویلیو پر کبھی نہ لیں اس لیے کہ اب ہمارے ہاں سچ کا رواج نہیں ہے۔ ان کی اکثر باتوں میں ملاوٹ ہوتی ہے، جزوی بات کہی جاتی ہے، کلی بات نہیں بتائی جاتی۔ اگر یہ لوگ عوام کے سامنے سچ بولنا شروع کر دیں تو عوام کو اپنے برے بھلے کا اندازہ ہو جائے گا۔ کوئی ایسی رجیم آ جائے جو سچ کو عام کرنا شروع کر دے اور اصل صورت حال واضح کرنا شروع کر دے تو پھر عوام کے اندر بھی ایک جذبہ پیدا ہو جائے گا اور حکومتوں کی ساکھ عوام کی نظر میں بحال ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس وقت سرمایہ کاری کے لیے بالکل نامناسب ماحول ہے اور لوگ یہاں انویسمنٹ نہیں کریں گے اور آئی ایم ایف کی شرائط نے اسے مزید مشکل بنا دیا ہے۔ اب ایسی راہیں تلاش کرنی پڑیں گی جس میں لوگ ملک کے اندر کاروبار کریں، سرمایہ کاری کریں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ بہت سے سپیشل انڈسٹریل زون بنائے جائیں۔ اس کے بعد فارن انوسٹمنٹ کے لیے راستے بنائیں، جب یہاں انڈسٹریل شعبہ بحال ہوگا تو لوگوں کو روزگار ملے گا، ایکسپورٹس بڑھیں گی اور معاشی ترقی کا آغاز ہوگا۔ تیسری بات یہ ہے کہ سٹیٹ بینک کے حوالے سے اسمبلی میں ایک نئی ترمیم پاس کرکے اس کی خودمختاری کو ختم کیا جائے تاکہ سود کی شرح کے تعین کا اختیار واپس حکومت کو ملے۔ یقیناً اس سے عالمی قوتیں سیخ پا ہوں گی لیکن جب ہماری بقاء کا مسئلہ درپیش ہے تو پھر ایسے بولڈ قدم اُٹھانے پڑیں گے۔ تب ہی ہم اس مشکل سے نکل سکیں گے۔

قارئین پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

وقت کی قدر کیجیے......!

سجاد سعدی

وقت اللہ رب العزت کی ایک ایسی عام نعمت ہے جو انسانی معاشرے میں یکساں طور پر امیر، غریب، عالم، جاہل، صغیر، کبیر سب کو ملی ہے۔ وقت کی مثال تیز دھوپ میں رکھی ہوئی برف کی اس سِل سے دی جاتی ہے کہ جس سے اگر فائدہ اٹھایا جائے تو بہتر ورنہ وہ تو بہرحال پگھلتی ہی جاتی ہے۔

اس وقت مسلم معاشرہ عام طور سے ضیاعِ وقت کی آفت کا شکار ہے، یورپی معاشرہ اپنی تمام تر خامیوں اور کمزوریوں کے باوجود وقت کا قدر داں ہے اور زندگی کو باقاعدہ ایک نظام کے تحت گزارنے کا پابند بنا ہوا ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی میں ان کی روز افزوں ترقی کا ایک بڑا سبب وقت کی قدردانی ہی ہے۔

جو قومیں وقت کی قدر کرنا جانتی ہیں وہ صحراؤں کو گلشن بنا دیتی ہیں، وہ فضاؤں پر قبضہ کر سکتی ہیں، وہ عناصر کو مسخر کر سکتی ہیں، وہ پہاڑوں کے جگر پاش پاش کر سکتی ہیں، وہ زمانہ کی زمامِ قیادت سنبھال سکتی ہیں لیکن جو قومیں وقت کو ضائع کر دیتی ہیں تو وقت بھی انہیں ضائع کر دیتا ہے۔ ایسی قومیں غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ وہ دین اور دنیا دونوں اعتبار سے خسارے میں رہتی ہیں۔

آج ہمارے معاشرے میں سب سے سستی اور بے قیمت چیز اگر ہے تو وہ وقت ہے، اس کی قدر و قیمت کا ہمیں قطعاً احساس نہیں، یہی وجہ ہے کہ وقت کے لمحات کی قدر نہ کرنے سے منٹوں کا، منٹوں کی قدر نہ کرنے سے گھنٹوں کا، گھنٹوں کی قدر نہ کرنے سے ہفتوں کا، ہفتوں کی قدر نہ کرنے سے مہینوں کا اور مہینوں کی قدر نہ کرنے سے برسوں اور عمروں کا ضائع کرنا ہمارے لیے بہت آسان بن گیا ہے۔ ہم لوگ بیٹھکو، ہوٹلوں اور نجی مجلسوں میں وقت گزاری کرتے ہیں اور ہمارا کتنا ہی قیمتی وقت نکتہ چینی، غیبت، بہتان اور بے تحاشا سونے میں ضائع ہو جاتا ہے اور ہمیں اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔

سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے قبل غنیمت سمجھو، زندگی کو مرنے سے پہلے۔ صحت کو بیماری سے پہلے۔ فراغت کو مشغولیت سے پہلے۔ جوانی کو بڑھاپے سے پہلے۔ اور مال داری کو فقر سے پہلے۔'' (مستدرک حاکم)

اس حدیث پاک میں ہر صاحبِ ایمان کے لیے یہ تعلیم ہے کہ آدمی کی فہم و دانش کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس فانی زندگی کے اوقات و اَدوار کو بہت دھیان اور توجہ کے ساتھ گزارے، زندگی کو مرنے سے پہلے غنیمت سمجھے اور اس بات کا استحضار رکھے کہ کل روزِ قیامت میں اس کی ہر چیز کا حساب ہوگا، اس سے ہر چیز کے بارے میں باز پرس ہوگی اور اسے اپنے ہر قول و فعل کا جواب دینا ہے، کراماً کاتبین اس کے قول و فعل کو رقم کر رہے ہیں، قیامت کے دن اس کے اعمال نامے کو تمام اولین و آخرین کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ یہ وقت بڑی قیمتی دولت ہے۔

اس سے جو فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے وہ کر لیا جائے، آج صحت و تندرستی ہے کل نامعلوم کس بیماری کا شکار ہونا پڑ جائے، آج زندگی ہے کل منوں مٹی کے نیچے مدفون ہونا ہے، آج فرصت ہے کل نامعلوم کتنی مشغولیت درپیش ہو جائیں۔ آج جوانی کا سنہرا دور ملا ہوا ہے۔ کل بڑھاپے میں نا جانے کن احوال سے سابقہ پڑے اور کیا امراض و عوارض لگ جائیں۔ آج صاحب حیثیت ہیں، کل نا جانے کیا حالت ہو جائے؟ اس لیے جو کرنا ہے کر لیا جائے، جو کمانا ہے کما لیا جائے، جو فائدہ اٹھانا ہے اٹھا لیا جائے ورنہ وقت دو دھاری تلوار ہے، اگر تم نے اسے نہ کاٹا تو وہ تمہیں کاٹ ڈالے گی۔ سب سے بڑی بات ہے کہ اس وقت کو آخرت کمانے اور سنوارنے میں لگا دو یہی وقت کا بہترین استعمال ہے۔

ارشادِ نبوی ﷺ کا مفہوم ہے کہ صحت اور فراغت دو ایسی عظیم نعمتیں ہیں کہ جن کے سلسلے میں بے شمار لوگ خسارے میں رہتے ہیں اس لیے بعد میں پچھتانے سے یہ بہتر ہے کہ انسان آج ہی اس کی قدر کر لے۔

عموماً جن صالح بندوں کے مزاج میں دینداری اور نیکی ہوتی ہے وہ وقت کے قدردان ہوتے ہیں اور اپنی آخرت بنانے اور دنیا بھی سنوارنے کی فکر انہیں دامن گیر ہوتی ہے، وہ بے کاری، آوارگی، لہو ولعب اور فضولیات میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتے، کسی کا برائی سے تذکرہ کرنے، عیب جوئی کرنے اور بہتان تراشی اور بے کار و لایعنی گفتگو کی انہیں فرصت نہیں ملتی۔

ان کی عملی زندگی اس حدیث نبوی ﷺ کی عملی تصویر ہوتی ہے: ''بے شک! انسان کے اچھا مسلمان ہونے کی خوبی یہ ہے کہ وہ بے کار اور فضول چیزوں کو چھوڑ دے۔'' (ترمذی)

وقت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہر کامیاب انسان بھی کہتا ہے وقت کی قدر کرو اور ناکام انسان بھی کہتا ہے وقت کی قدر کرو۔ کامیاب انسان وقت کا صحیح استعمال کر کے کہتا ہے جب کہ ناکام انسان وقت ضائع کر کے یہ بات کہتا ہے۔

ضیاعِ وقت کا ایک بڑا سبب

ہمارے معاشرے میں نوجوانوں کے قیمتی اوقات کے ضیاع کا ایک بڑا سبب سوشل میڈیا اور موبائل فون بنا ہُوا ہے، اس کے ذریعے لایعنی پیغامات بھیجنے اور اس کے پروگراموں میں وقت گزاری کرنے کا ایک عام مزاج بن گیا۔ گھنٹوں اس میں ضائع کر دینا، راتوں کو خراب کرنا ایک عام سی بات ہو گئی ہے۔ کبھی اس طرف خیال نہیں جاتا کہ اس کا قیمتی وقت ضائع ہو رہا ہے، سچی بات یہ ہے کہ آج کا نوجوان موبائل کو لے کر ایک مجنونانہ کیفیت کا شکار ہو چکا ہے۔

اگر ہم اپنی زندگی کے شب و روز درج بالا سطور کے تناظر میں دیکھیں تو کیا ہم خود کو مطمئن پائیں گے......؟ یقیناً نہیں! ہم تو اپنی زندگی کا بیشتر حصہ اور لمحات کھانے پینے، گھومنے پھرنے، فضول گپ شپ کرنے، ایک دوسرے پر الزام تراشی اور اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے دل دُکھانے میں صرف کر دیتے ہیں۔ یوں گزرنے والے دن، رات اور ماہ و سال ماضی کا ایک حصہ بن جاتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ گزرا ''وقت'' واپس نہیں آتا مگر آنے والا ہر لمحہ اور ہر صبح، طلوع ہونے والے سورج کی کرنوں سے پھوٹنے والی روشنی ''امید'' کا پیغام ضرور دیتی ہے۔ یہی ایک امید ہی تو ہے کہ جس پر یہ دنیا قائم ہے۔ ''مایوسی'' کو گناہ قرار دیا گیا ہے۔

ربِ قدوس کے ہاں دیر تو ہے مگر اندھیر نہیں۔

وقت کی قدر کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کے ہر دن کو آخری دن سمجھے اور ہر لمحہ جواب دہی کے احساس کے ساتھ گزارے تو نا صرف بہت سارے کام اس احساس کے باعث قوت عمل پیدا ہونے کی وجہ سے پورے ہو جائیں گے بلکہ معاشرے میں بھی ایک مثبت تبدیلی پیدا ہوگی۔

آج ہماری نوجوان نسل میں بالخصوص وقت کی ناقدری کا عنصر بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ دن بھر موبائل فون پر لگے رہنا، موقع ملتے ہی ٹی وی اور کمپیوٹر پر بیٹھ کر فضول کاموں میں وقت برباد کرنا عام ہے۔

ایسا کر کے نا صرف وہ اپنا قیمتی وقت برباد کر رہے ہیں بلکہ اپنی صحت کو بھی اپنے ہاتھوں برباد کر رہے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ نوجوان نسل جو قوم کی معمار ہے وقت کی قدر کرے اور اسے بروئے کار لائے۔

اللہ پاک ہمیں وقت جیسے انمول تحفے کی قدر کرنے اور اس کا درست استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

❀❀❀

دعائے مغفرت — انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ حلقہ جنوبی پنجاب، ملتان کینٹ کے رفیق محترم امیر جعفر وفات پا گئے۔

برائے تعزیت (بیٹا): 0311-5526768

☆ حلقہ کراچی وسطی، گلشن اقبال کے رفیق محترم راحیل گوہر صدیقی کے بڑے بھائی وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0336-2313766

☆ حلقہ کراچی وسطی، بنوری ٹاؤن کے امیر محترم فیصل منظور کی پھوپھی وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0322-2224088

☆ حلقہ جنوبی پنجاب، گل گشت کے مبتدی رفیق ڈاکٹر قمر الزمان کے بھائی وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0321-6522996

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

نامے مرے نام

محترم جناب حافظ عاکف سعید صاحب

مدیر مسئول ہفت روزہ ’’ندائے خلافت‘‘

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اُمید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

آپ کی جانب سے ارسال کردہ تنظیم اسلامی کا ترجمان ہفت روزہ ’’ندائے خلافت‘‘ باقاعدگی اور تسلسل کے ساتھ مل رہا ہے۔ کم ہی ہوا ہے کہ اس میں تعطل آیا ہو اور کسی ہفتے نہ ملا ہو۔ موجودہ دور میں جب پرنٹ میڈیا بالخصوص اخبارات و جرائد اور کتب کی اشاعت میں مسلسل کمی دیکھنے میں آتی ہے، ’’ندائے خلافت‘‘ کی باقاعدگی کے ساتھ اشاعت آپ کی دلچسپی اور دلجمعی پر دلالت کرتی ہے۔

’’ندائے خلافت‘‘ تنظیم اسلامی کا ہفت روزہ اور مختصر ترجمان ہے۔ اس میں ایک ہفتہ کے دوران تنظیم اسلامی، امیر تنظیم یا مرکزی سطح پر ہونے والی سرگرمیوں سے متعلق تمام لوازمات موجود ہوتے ہیں، جو کارکنان کی توجہ و رہنمائی کا سامان وافر بہم پہنچاتے ہیں۔

ہلکے پھلکے انداز میں، ہلکے پھلکے موضوعات پر مشتمل یہ مختصر سا پرچہ قاری کی توجہ کھینچ لیتا ہے۔ اس میں ’’ندائے خلافت‘‘ کے مدیر جناب ایوب بیگ صاحب اور ان کی ٹیم کا مرکزی کردار ہوتا ہے جو پوری دلچسپی، دلجمعی اور عرق ریزی کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ ’’ندائے خلافت‘‘ کے ایک خاص سلسلہ ’’زمانہ گواہ ہے‘‘ کے تحت حالات حاضرہ پر کیا جانے والا تبصرہ بھی عمدگی لیے ہوتا ہے۔

مجھے اُمید ہے کہ آپ بہترین صحت و عافیت کے ساتھ تحریکی سرگرمیوں میں مصروف عمل ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو، آمین!

والسلام

لیاقت بلوچ

نائب امیر، جماعت اسلامی پاکستان

محترم جناب لیاقت بلوچ صاحب

نائب امیر، جماعت اسلامی پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ہفت روزہ ’’ندائے خلافت‘‘ کے مدیر مسئول جناب حافظ عاکف سعید کے نام آپ کا مراسلہ مرقومہ 23 جون 2023ء ہمیں 29 جون کو موصول ہو گیا تھا۔ یاد آوری کا بہت بہت شکریہ!

محترم حافظ عاکف سعید نے آپ کا گرامی نامہ ملاحظہ کر لیا ہے۔ خط میں ’’ندائے خلافت‘‘ کے لیے جس کشادہ دلی کے ساتھ توصیفی کلمات رقم کیے گئے ہیں، وہ آپ کی وسعتِ قلبی کے عکاس ہیں۔ عبارت کا ہر جملہ خلوص و اخلاص کا مظہر ہے۔ یہ امر ہمارے لیے اگر ایک طرف کسی قدر خوش گوار حیرت کا باعث ہے تو دوسری جانب طمانیت کا موجب بھی ہے کہ آپ اپنی گوناگوں مصروفیات میں سے وقت نکال کر اس جریدے کا بالاستیعاب مطالعہ کرتے ہیں!

آپ کا یہ کہنا بجا ہے کہ درحقیقت یہ رسالہ ایک اجتماعی کاوش ہے، جس میں تنظیم اسلامی کے شعبہ نشر و اشاعت کے کارکنان اپنی اپنی ذمہ داریاں توجہ کے ساتھ ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہمارے لیے توشۂ آخرت بنا دے!

اُمید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے! محترم حافظ عاکف سعید کی جانب سے سلام مسنون قبول کیجیے۔

والسلام

ایوب بیگ مرزا

مدیر، ندائے خلافت

18 جولائی 2023ء

جو چاہے کر......

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ہماری حکومت تاریخ میں مذکور اس ماں سے مشابہت رکھتی ہے جو بھوکے بچوں کو بہلا رہی تھی۔ چولہے پر ہانڈی چڑھائے، پانی میں کنکر ابل رہے تھے (اور ظاہر ہے گل کر نہیں دے رہے تھے) بچے کھانا پکنے کے انتظار میں سسکتے، تک روتے روتے سو گئے۔ تاہم ہماری کہانی میں یہ شاطر ماں ہے۔ بچوں کو سوتا دیکھ کر وہ چھپائے تھیلے سے نکال کر خود مزے لے لے کر مہنگی چاکلیٹیں، برگر کھا اور بدیسی مشروب پی پی لہکتی ہے۔ یقین نہ آئے تو دیکھیں، حکومت مسکین غریب قوم کو سکھ کی روٹی دینے کی بجائے اشرافیہ (عیاشیہ) میں دھڑا دھڑ گاڑیوں کی ریوڑیاں بانٹ رہی ہے۔ 2 ارب 33 کروڑ اس مد میں۔ کارکردگی ڈھونڈیں ان افسران بالا کی تو انہیں گدھے پر بٹھانا زیادہ مناسب قرار پائے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جیسے کسی کو کمبل اوڑھا کر لاٹھی تھما کر ریوڑ دے کر جنگل میں بھیج دیا تھا کہ انسانوں پر حکومت کے لائق نہیں ہو۔ (باوجود یکہ ان افسران کے مقابل تو وہ افسر گریڈ 30 کے اہل تھے!) اسے میرٹ کہتے ہیں۔ جو کسر رہ گئی تھی وہ ووٹ لینے کو نوجوانوں میں لیپ ٹاپ تقسیم کرنے میں نکال دی، مالِ مفت دلِ بے رحم۔ حالانکہ یہ نوجوان بڑے بڑے موبائل لیے دن رات اس پر ایک کیے دیتے ہیں۔ لیپ ٹاپ بھی بیچ کر نیا موبائل ہی خرید لیں گے۔ ہماری ترجیحات ملاحظہ ہوں!

آئی ایم ایف عوام دشمنی میں طاق ہے۔ حکومت پر اشیاء خورونوش پر سے سبسڈی ختم کر کے مہنگائی کا طوفان لانے کے لیے تمام تر دباؤ تھا۔ گاڑیوں کی تقسیم، حکومتی اللوں تللوں، عیاشیہ کے پروٹوکول (جج، جرنیل، بیوروکریٹ) پر بہتا پیسہ، ان سب کو کبھی میلی آنکھ سے نہ دیکھا۔ بجلی کی مہنگائی نے ہر شے میں کرنٹ دوڑا دیا۔ جس چیز کو ہاتھ لگاؤ قیمت کا جھٹکا لازم ہے۔ جو ملک چھوڑ سکتا ہے وہ نکل کر بھاگا جا رہا ہے۔ 'بچے کم خوشحال پاکستان' فارمولا یوں چل رہا ہے۔ سنجی گلیوں میں صرف اشرافیہ ہی ریسنگ گاڑیاں دوڑائے گی پھر! کمال تو یہ ہے کہ جس طبقے کو نوازا جا رہا ہے وہ پہلے ہی عیش و عشرت میں ڈوبا ہوا ہے۔ جوع البقر، جوع الکلب اور جوع الارض جیسی بیماریوں کا مریض ضرور ہے جس کے علاج کے لیے مسلسل انہی کو بھرا جاتا ہے۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی، عوام کو اسی بنا پر سوکھے کا مریض بنا ڈالا۔

پاکستان میں سب سے محنتی محکمہ وائلڈ لائف (جنگلی حیات) والوں کا ہے۔ انہی کو عوام بھی سونپ دیے جائیں، وہ بے چارے بھی تو اسی طبقے جیسے ہو رہے ہیں بلکہ جانوروں کا کھانا پینا شاید بہتر اور فراواں ہی ہے۔ 14 بندر بچے آم کی پیٹیوں میں چھپا کر لے جائے جاتے پکڑے گئے! عدالت میں بندر (اور انسان) پیش کر دیے گئے، ایک بندر بچہ عدالت سے بھاگ لیا درخت پر جا چڑھا۔ (پی ٹی آئی سے متاثر ہوگا شاید) یہ عالمی خبر بن گئی! بندروں کی عدالت میں پیشی۔ اسمگلروں کو ایک لاکھ جرمانہ ہوا (انسانی اسمگلروں کو نجانے کوئی جرمانہ ہوا یا نہیں؟) بندر بچے کراچی چڑیا گھر کے حوالے ہو گئے۔ سو یوں بندر بانٹ کی یہ کہانی مکمل ہوئی۔

مغرب سے آنے والی کہانیوں کے نتیجے میں ان کی دیوانگی، جہالت، اجڈ پن اور گنوار ہونے میں ہمیں کبھی بھی شبہ نہیں رہا۔ مگر گزشتہ 22 سالوں میں تو یہ سب پایۂ ثبوت کو پہنچا اور بار بار پہنچا۔ عالمی جنگوں میں قتل و غارتگری، عورت رگیدنے کی ناپاک طویل جنگی تاریخ، ایٹم بموں کی سفاکی۔ اب توہین رسالت، توہین قرآن اور اسلاموفوبیا کا لامنتہا تسلسل۔ اخلاقی تہذیبی گراوٹ کی کوئی حد تو ہو۔ سویڈن نے پوری دنیا سے نفرت کمائی مگر باز نہ آیا۔ یورپ نے ردعمل کھلی آنکھوں سے دیکھا۔ اس کے باوجود ڈنمارک نے یہی حرکت اب پھر دہرا ڈالی۔ یہی عین دجالیت ہے۔ اس کا سرچشمہ بے حیائی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: اگلی نبوت کی باتوں میں سے لوگوں نے جو کچھ پایا ہے اس میں سے ایک یہ (قول) بھی ہے کہ جب تجھ میں شرم و حیا نہ ہو تو پھر جو جی چاہے کر۔ (بخاری) حیا بریک اور رکاوٹ ہے جو انسان میں جھجک، لحاظ، روک پیدا کرتی ہے۔ ہر گناہ کے آڑے آتی ہے۔ بدزبانی، جھوٹ، بدلحاظی، بے مروتی، بدکاری تک سے روکتی ہے۔ یہ نہ ہو تو گھناؤنے گناہوں کا ارتکاب آسان ہو جاتا ہے۔ یہی مغرب کا المیہ ہے۔ خدا، رسولوں کے انکار نے حیا تار تار کر دی۔ گھر خاندان ٹوٹے، نکاح ختم ہوا۔ لباس سے ہاتھ دھو بیٹھے، رشتوں کی پہچان (بالخصوص والدین) کیا کھوئی، معاشرہ تباہی کی بھینٹ چڑھ گیا۔ اولاد کی طلب، محبت جاتی رہی۔ انسان تہی دامن، بدکردار، بداخلاق بیہودگی کا مرقع بن گئے۔ صرف پیسے کی خدائی، حرص و ہوس، نفسانیت، شیطانیت کی بدترین تہذیب پروان چڑھی۔ LGBTQ سے لے کر ارتکاب توہین اور عدم برداشت و اسلاموفوبیا تک سب اسی کا نتیجہ ہیں۔ جھوٹ، دجل، فریب کی انتہا یہ ہے کہ مسلمانوں کو رواداری، برداشت کے اسباق پڑھائے جاتے ہیں اور ہمارے والے ایسے فدوی غلام، احساس کمتری کے مارے، کچلے، پچھڑے پڑے ہیں کہ ان کی بدترین بداخلاقیوں کے باوجود گھگھیائے چلے جاتے ہیں۔ مغرب کی خدائی پر ایمان بڑا پختہ ہے۔ ﴿اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ﴾ (الانبیاء: 67) ”تف ہے تم پر بھی اور ان پر بھی جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پوجتے ہو۔“

توہین قرآن و رسالت کے تسلسل پر اپنے معذرت خواہوں سے اور کیا کہیں!

ان حالات میں بھی (غامدیت کے تحت) ہم مغرب/کفر کے آگے اسلام (کامل پاکیزہ دین) بارے صفائیاں پیش کرنے پر جتے رہتے ہیں۔ ان کی سفاکیت آخری حدوں کو چھو رہی ہے۔ فلسطین کشمیر کو تو 75 سال ہو گئے، گزشتہ بیس برسوں میں افغانستان، عراق، شام، یمن، لیبیا، مالی، روہنگیا غرض کیا کیا نہ اجاڑا۔ اس پر بھی ہماری نت نئی معذرت خواہی چل پڑتی ہے۔ اب 72 حوروں پر شرمساری طاری ہو گئی! ہالی ووڈ سے شروع ہو کر مشرق تا مغرب دنیائے کفر کی اخلاقیات کی دھجیاں بکھیرتی، می ٹو (MeToo) کی متعفن غلاظت کے بعد بھی؟ LGBTQ پلس کے خللِ دماغ والی پاگل دنیا کے سامنے؟ پاکیزگی کی حسین خوبصورت انعاماتِ الٰہیہ کی ہمہ نوع صورتوں میں سے ایک پر سٹپٹانا؟! اسے زیادہ نشانہ تضحیک بنانے والے تو وہ ہوتے ہیں جن کا معاملہ یہ منہ اور مسور کی دال والا ہوتا ہے! سو جانے بھی دیجیے۔ فتنہ دجال بھرے ان سالوں میں آتش نمرود و قہر فراعنہ کے مقابل دنیا بھر میں جانیں لڑا دینے والے، گوانتاموبے، ابوغریب، باگرام کی

قیامتیں جھیلنے والے، برما میں اسلام کی بھاری قیمت چکانے، شام میں چالیس صحابہؓ کا اجر سمیٹنے کو جان کی بازی لگانے والے! اللہ انہیں 72 سے نوازے تو آپ کو کیا اعتراض ہے؟ یہ پیچھے بیٹھے رہنے والے دانشوروں کے علمی مشغلے ہیں۔ سر سے کفن باندھ کر نکلنے والے، عذرات ثمانیہ (سورۃ التوبۃ) سے نمٹ کر سرخرو ہونے والے، رب کی رضا اور دین کی سربلندی کے سوا کچھ نہیں چاہتے۔ امت کی کس مپرسی پر نمناک سجدوں میں تڑپنے والے، حوروں کے فراق کا شکار نہ تھے۔ آپ کو حوریں آفر ہوئیں تو دو پر اکتفا کیجئے گا۔ ان شیر کے بچوں کو جتنی بھی ملیں! ﴿ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ﴾ (الجمعۃ:4) ''یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔''

(آپ دو والی حدیث سنا دیجئے گا)۔ ایسی بحثوں میں وقت نہ گنوائیں۔ جوانوں کی خبر لیں۔ دعوت کے میدان میں تن من دھن لگائیں۔ دکان پر کھڑا یہ ایک نوجوان دیکھیں۔ سبھی اسی غفلت میں پڑے ہیں۔ یہ لڑکا اسمارٹ موبائل پر یکے بعد دیگرے فاحشہ حسیناؤں کی قطار اندر قطار تصاویر میں مگن تھا۔ کسی بڑے نے سمجھایا تو شرمسار ہوا۔ یہاں بہتر ہزار کے عدد میں الجھی جوانیوں کو بچائیں۔ آخرت پر ایمان ہی بحال ہو جائے تو غنیمت۔ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے اساتذہ، ٹریژرار، سیکورٹی انچارج کا ایک گروہ منشیات پھیلانے، رقص وسرود اور ناپاک بدکاری پارٹیوں کے اہتمام میں ملوث پکڑا گیا ہے۔ قائداعظم یونیورسٹی کی ہولی گویا کافی نہ تھی۔ بدی کا سیلاب نوجوان بہائے لے جا رہا ہے۔ نان ایشوز پر نہ الجھیئے! اہل دین یک جان یک زبان ہو کر ملکی اخلاقیات بچائیں! ان پے در پے واقعات میں شدید خطرے کا الارم ہے ملک کو بے حیائی کی دلدل میں دھنسانے کی اعلیٰ سطحی کوششوں کا۔

انگریز جا چکے ہیں مگر پھر بھی ہم سے دور
تہذیبِ مغربی کی نجاست نہ ہو سکی

❁❁❁

قولِ زریں

''اپنی زبان کو کسی کے عیبوں سے آلودہ نہ کرو کیونکہ عیب تمہارے بھی ہیں اور زبانیں دوسرے لوگوں کی بھی ہیں۔''

سانحۂ کربلا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عزیمت و عظمت کے بیان پر جامع تالیف

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

جامع اور مختصر مگر عام فہم اور محققانہ تاریخی تالیف کا مطالعہ کیجئے

خاص ایڈیشن 75 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور

36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 3-35869501 e-mail:maktaba@tanzeem.org

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے ''شعبہ تحقیق اسلامی'' (IRTS) کے زیرِ انتظام ابلاغِ عامہ و افادۂ عام کی ویب سائٹس

موبائل فون / آئی فون ایپس

- محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی تمام کتابیں موبائل فون پر مطالعہ کرنے کے لیے گوگل پلے سٹور پر لکھیں: **Tanzeem Digital Library**
- بیان القرآن کی آفیشنل ایپ حاصل کرنے کے لیے گوگل پلے سٹور پر لکھیں: **Bayan ul Quran - Dr Israr Ahmad IRTS**
- محترم پروفیسر حافظ احمد یارؒ۔ لغات واعراب قرآن پر ایپ سے استفادہ کے لیے گوگل پلے سٹور پر لکھیں: **Lughat o Aerab e Quran**

حلقہ جات کی سطح پر ناظمین نشر و اشاعت کا تقرر ایک قابلِ تحسین کاوش

تنظیم اسلامی میں مرکزی سطح پر نشر و اشاعت کا شعبہ تقریباً روزِ اول سے قائم ہے تنظیم کی فکر اور دعوت کے فروغ کے کام کو مزید بہتر اور تیز تر بنانے کی خاطر تنظیم کی قیادت نے حال ہی میں ملک بھر کے تمام حلقہ جات کی سطح پر بھی ناظمین نشر و اشاعت کے تقرر کا اہتمام کیا۔ مرکزی شعبہ نشر و اشاعت کے زیر اہتمام حلقہ جاتی ناظمین نشر و اشاعت کے لیے تنظیم کے مرکز ''دارالاسلام'' میں ماہ دسمبر 2022 میں ایک روزہ تربیتی پروگرام منعقد ہوا۔ اس پروگرام میں مرکزی ٹیم کی جانب سے شرکاء کو نشر و اشاعت کے حوالے سے ضروری اور مفید راہنمائی فراہم کی گئی۔ بعد ازاں ایک اور آن لائن تربیتی پروگرام کا انعقاد ماہ مارچ 2023 میں کیا گیا۔ تمام حلقہ جات کی سطح پر ناظمین کی تقرری اور ضروری ٹریننگ کے بعد مرکزی شعبہ نشر و اشاعت کے تحت تمام ناظمین نشر و اشاعت کا ایک واٹس ایپ گروپ قائم کیا گیا ہے جس کا مقصد ملک بھر سے نشر و اشاعت کی سرگرمیوں سے ایک دوسرے کو آگاہ رکھنا ہے۔ الحمدللہ اس گروپ کے شرکاء اپنے اپنے علاقوں کی سرگرمیوں سے باقاعدگی سے آگاہ کرتے رہتے ہیں، جس سے پتا چلتا ہے کہ نشر و اشاعت کی ٹیم ملک بھر میں پوری طرح فعال و متحرک ہے۔ مثال کے طور پر حال ہی میں سویڈن میں قرآن پاک کو نذرِ آتش کرنے کا سنگین اور گھناؤنا واقعہ رونما ہوا تو پورے عالم اسلام میں اس روح فرسا واقعہ کے خلاف امت مسلمہ نے بھرپور ردعمل کا اظہار کیا۔ تنظیم اسلامی کے زیر انتظام بھی توہین قرآن کے اس واقعہ کی مذمت کے لیے ملک گیر سطح پر پُرامن مظاہروں اور احتجاجی ریلیوں کا انعقاد کیا گیا۔ تمام حلقہ جاتی ناظمین نشر و اشاعت نے ان مظاہروں اور ریلیوں کی میڈیا کوریج اور مقامی اخبارات میں اشاعت کے لیے بہت محنت کی، جس کی جھلکیاں مذکورہ واٹس ایپ گروپ میں ملک کے طول و عرض سے موصول ہوتی رہی۔ حلقہ لاہور شرقی کے خادم نشر و اشاعت کی حیثیت سے منظم و مربوط انداز سے یہ اہم پیش رفت دیکھ کر راقم کا دل خوشی و مسرت سے باغ باغ ہو گیا اور دل میں یہ خواہش ابھری کہ اس قابلِ تحسین امر کی داد و تحسین میں چند سطور ندائے خلافت کے معزز قارئین کی اطلاع و حوصلہ افزائی کے لیے بھی سپرد قلم کروں تاکہ ہمارے رفقاء و احباب بھی جان سکیں کہ الحمدللہ تنظیم اپنے طے شدہ ہدف اور طریق کار کے مطابق بہت عمدگی اور مستقل مزاجی سے میدانِ عمل میں سرگرم ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم تنظیم کے پلیٹ فارم سے اپنی صلاحیتیں اور اوقات زیادہ سے زیادہ اقامت دین کی جدوجہد کی خاطر وقف کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

(نعیم اختر عدنان، ناظم نشر و اشاعت حلقہ لاہور شرقی)

حلقہ پنجاب جنوبی، خان گڑھ میں فہم دین پروگرام

امیر حلقہ پنجاب جنوبی نے خان گڑھ کے منفرد رفیق محترم خواجہ وسیم احمد کے مطالبے پر 2 جولائی بروز اتوار کو خان گڑھ میں ایک فہم دین پروگرام منعقد کیا۔ ملتان سے امیر حلقہ پنجاب جنوبی محترم مرزا قمر رئیس بیگ، شوکت حسین انصاری، خواجہ اشتیاق احمد صدیقی اور حافظ محمد جنید دوپہر 3:30 بجے خان گڑھ کے لیے روانہ ہوئے۔ 5:00 بجے شیروانی کالونی میں ایک نجی کالج میں پہنچے جہاں رفیق تنظیم اسلامی خواجہ وسیم احمد ہمارے منتظر تھے۔ مظفر گڑھ سے رفیق محترم ارشاد الحق، ایک حبیب کے علاوہ کل 10 احباب نے اس فہم دین پروگرام میں شرکت کی۔ نماز عصر کے بعد حافظ جنید کی تلاوت قرآن مجید سے پروگرام کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد امیر حلقہ نے وائٹ بورڈ کی مدد سے تین لیکچر زدیے۔

1۔ ''دین کا ہمہ گیر تصور'' (دین اور مذہب کا فرق) انفرادی و اجتماعی زندگی کے گوشوں کی اہمیت اور ان کا دائرہ کار کی وضاحت بیان کی۔

2۔ ''دین اسلام کا جامع تصور'' کے عنوان سے ہمارے دینی فرائض پر تفصیل سے گفتگو فرمائی اور بندگی رب، دعوت بندگی اور نظام بندگی کی اہمیت اجاگر کی۔

3۔ نظام بندگی کے لیے منہج انقلاب نبویؐ سے ماخوذ طریقہ انقلاب کو تفصیل سے بیان کیا۔ منہج انقلاب نبوی ﷺ کے مراحل (دعوت، تنظیم، تربیت، صبر محض اور تصادم) کی تفصیل سامعین کے سامنے بیان کی۔ رات 9:00 بجے پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ یہ پروگرام RBI ٹیکنیکل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ خان گڑھ میں منعقد ہوا۔ ادارہ کے پرنسپل محترم حکیم بلال حسین بھٹی نے بھرپور تعاون فرمایا۔ خواجہ وسیم احمد اور ان کے بھائی خواجہ نعیم احمد نے اس پروگرام کے انتظامات کی ذمہ داری ادا کی۔ نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد امیر حلقہ اور ان کے ساتھی واپس ملتان کے لیے عازم سفر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جن ساتھیوں نے اس سخت گرمی کے باوجود اس پروگرام کو کامیاب کرنے کے لیے ان تھک محنت کی ان کی کوششوں کو قبول فرمائے اور ہمارے لیے توشۂ آخرت بنائے۔ آمین یا رب العالمین!

(رپورٹ: ناظم رابطہ منفرد رفقاء، حلقہ پنجاب جنوبی)

امیر حلقہ پنجاب جنوبی کا دورہ کوٹ ادو

9 جولائی بروز اتوار امیر حلقہ پنجاب جنوبی محترم مرزا قمر رئیس بیگ اور معتمد حلقہ پنجاب جنوبی شوکت حسین انصاری کوٹ ادو کے رفقاء سے ملاقات کے لیے صبح 7:30 بجے ملتان سے روانہ ہوئے۔ 9:00 بجے مدنی ٹاؤن کوٹ ادو پہنچے۔ جہاں نقیب اسرہ مدنی ٹاؤن محترم مظہر یاسین ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ ہم نقیب اسرہ کوٹ ادو محمد ظفر اللہ اور چار اور رفقاء ایک مسجد میں اکٹھے ہوئے۔ مظہر یاسین نے اجتماع اسرہ کا آغاز کیا۔ بیان القرآن سے سورۃ المومن کے ایک رکوع کا درس دیا۔ دعائیں سنیں۔ سورۃ العلق کی ابتدائی آیات کا حفظ سنا۔ احسان اسلام کا مطالعہ کروایا گیا۔ درس حدیث محترم ڈاکٹر عاطف الرحمن نے دیا۔ موضوع: ''میری امت کا مفلس کون؟'' آخر میں امیر حلقہ نے رفقاء سے مختصر خطاب کیا۔ انہوں نے تنظیمی زندگی کے تقاضوں کو سامنے رکھا اور اقامت دین کی جدوجہد کی فرضیت وضرورت کی اہمیت اجاگر کی۔ نماز ظہر قرآن اکیڈمی کوٹ ادو میں ادا کی۔ اور کھانے کے بعد 3:00 بجے واپس قرآن اکیڈمی کوٹ ادو میں جانا ہوا۔ بعد نماز عصر محترم جام عابد حسین سے ملاقات کی۔ اس دورہ میں اسرہ مدنی ٹاؤن کے ملتزم رفیق جناب سعید احمد چانڈیہ بلوچ سے امیر حلقہ نے خصوصی ملاقات کی۔ ان کے بانی محترم کی ذات کے حوالے سے کچھ اشکالات تھے۔ امیر حلقہ پنجاب جنوبی نے ان اشکالات کے جوابات دیے۔ رفیق موصوف کے اشکالات دور ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ تمام رفقاء کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین! (رپورٹ: معتمد حلقہ پنجاب جنوبی)

امیر حلقہ پنجاب جنوبی کا دورہ ثانی ضلع مظفر گڑھ

امیر حلقہ پنجاب جنوبی محترم مرزا قمر رئیس اور رابطہ منفرد رفقاء خواجہ اشتیاق احمد صدیقی 22 جون بروز جمعرات کو ملتان سے ضلع مظفر گڑھ کے لیے روانہ ہوئے۔ سب

سے پہلے ملتزم رفیق محترم امیر حمزہ سے ان کے گھر پر ملاقات ہوئی۔ ان کے ہمراہ ان کے بڑے بھائی محمد جمیل بھی تھے۔ وہ بھی سابقہ رفیق تنظیم رہے ہیں۔ اب انہوں نے تجدید بیعت کرنی ہے۔ ان کو کچھ دعوتی لٹریچر بھی دیا۔ دوسرے رفیق محترم محمد رفیق حنیف اور ان کے بھائی عتیق حنیف سے ان کی دکان پر ملاقات ہوئی۔ ان دونوں رفقاء کو بھی دعوتی لٹریچر دیا گیا۔ تیسرے مبتدی رفیق محترم ارشاد الحق سے ان کی دکان پر ملاقات ہوئی۔ ان کو بھی تنظیمی ذمہ داریوں سے آگاہی دی اور انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی گئی۔ نماز عصر کے بعد ملتان کے لیے واپسی ہوئی۔ الحمد للہ یہ دورہ بھی کامیاب رہا اور منفرد رفقاء نے بھر پور تعاون فرمایا اور انہیں دین کے کام کے لیے مہمیز ملی اور دعوت کے کام کے لیے جذبہ محرکہ ملا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری ان کاوشوں کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین یارب العالمین! (رپورٹ: ناظم رابطہ منفرد رفقاء پنجاب جنوبی)

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(22 جون تا 19 جولائی 2023ء)

جمعرات (22 جون) کو مرکزی اُسرہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔ 24 جون تا 08 جولائی 2023ء بسلسلہ حج مکہ مکرمہ میں قیام رہا۔ مختلف حج گروپس نیز دیگر مقامات پر دروس قرآن اور خطابات کا موقع ملا۔ کچھ رفقاء سے بھی ملاقاتیں رہیں۔ منیٰ میں کچھ رفقاء نے بیعت اور کچھ نے تجدید بیعت کی۔ 09 جولائی کو واپسی ہوئی۔

منگل، بدھ (11، 12 جولائی) کو اسلام آباد جانا ہوا۔ وہاں سرکاری اسکولوں اور کالجوں میں ترجمہ قرآن کریم پڑھانے والے اساتذہ کے لیے تربیتی پروگرام میں گفتگو کی۔ شمیم اختر صاحب (پرانے رفیق) سے ان کے گھر پر ملاقات کی۔ رؤف اکبر صاحب کی عیادت کے لیے جانا ہوا۔ عظمت ممتاز ثاقب صاحب سے راجہ اصغر صاحب اور ڈاکٹر ضمیر اختر خان صاحب کے ہمراہ تفصیلی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کچھ تجاویز پیش کیں، جو تحریراً دینے کا کہا گیا۔

جمعرات (13 جولائی) کو مرکزی اُسرہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔ بعد نماز عصر قرآن اکیڈمی یاسین آباد کراچی میں ایک نکاح پڑھایا۔ نیز ایک حبیب سے ملاقات بھی کی۔

جمعہ (14 جولائی) کو قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب فرمایا۔ شام میں کراچی سے لاہور آنا ہوا۔

ہفتہ، اتوار (15، 16 جولائی) توسیعی عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی۔ اس دوران دین حق ٹرسٹ اور تحریک خلافت کمیٹی کے اجلاسوں کی صدارت کی۔ اتوار کی رات کو کراچی واپسی ہوئی۔

بدھ (19 جولائی) کو لاہور آنا ہوا۔ شعبہ تربیت اور نظامت کے اجلاسوں کی صدارت کی۔

نائب امیر سے تنظیمی امور کے حوالے سے آن لائن رابطہ رہا۔

رفقاء متوجہ ہوں ان شاء اللہ

’’قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 فیصل آباد‘‘ میں

13 تا 19 اگست 2023ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

زیادہ سے زیادہ رفقاء پروگرام میں شریک ہوں۔

اور

18 تا 20 اگست 2023ء (بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

امراء، نقباء و معاونین تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: درج ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔

☆ اسلام کا انقلابی منشور (معاشی سطح پر)

☆ نجات کی راہ، سورۃ العصر کی روشنی میں

زیادہ سے زیادہ ذمہ داران پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 041-8732325 / 0300-7914988

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 78-35473375(042)

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی حافظ قرآن بیٹی، عمر 29 سال، تعلیم چار سالہ عالمہ کورس، ایم ایس کمیونیکیشن، صوم وصلوٰۃ اور شرعی پردہ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ برسر روزگار لڑکے کا لاہور سے رشتہ درکار ہے۔ رفیق تنظیم کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: 0321-4542134

☆ راجن پور میں رہائش پذیر مذہبی فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 23 سال، تعلیم گریجویشن (مزید جاری)، قد 5 فٹ 4 انچ، کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ جنوبی پنجاب اور راجن پور کے قریب فیملی کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: 0332-6191312
0305-6041978

☆ راجپوت فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 37 سال، تعلیم ایم اے، سعودی عرب میں مقیم، قد "3.'5، کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 00966534034100

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کر لیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

The Early Defensive Attempts against thePolitical and Ideological Onslaught of the West on the Islamic World and their Achievements

The Islamic world made a number of attempts to meet the Western ideological onslaught, and many convinced and devout Muslims worked wholeheartedly to protect their faith and religion. These attempts to defend and safeguard Islamic values were of two types, the first was limited to mere protection and the second sought apologetic compromise and attenuation.

The merely defensive efforts to protect religious values and beliefs can be described, to quote Maulana Manazir Ahsan Gilani, as the following of Ashab-e-Kahaf's attitude. They fled from the mainstream of social life in order to hold fast to faith. Even though this might appear to be sheer escapist in motivation, it was in fact based on the realistic acceptance of the truth that the Muslim world was not able to mount a direct frontal offensive on the West. The only way that remained open was to keep away from the flood tide of secularism and hold fast to religious faith, caring little for those who derided this approach. As a matter of fact, whatever meager success was achieved in the defense of faith was made possible through this approach. The faith of a section of the Muslim community was saved from atheistic influences and a few candles of faith were left alight in the darkness of crass materialism. The structure of the faith and religious law was maintained through sermons and the teachings of the Qur'an and Hadith. The most important phenomena of this type of struggle in the Indo-Pak subcontinent was the establishment of a Dar-ul-Uloom at Deoband. In name a mere scholastic institution, it was in reality the harbinger of a great revivalist movement.

The fundamental principle of the more aggressive approach was to keep up with the changing times without losing faith. To achieve this, they undertook to sift the sound from the fallacious in modern ideas and to construct a modernist version of Islam in order to prove its veracity as well as its capacity to meet modern challenges effectively.

At first, signs of defeatism were manifest in those who took up this work. A number of pseudo-scholastic thinkers of India and Egypt started to test the fundamental tenets of the Islamic faith in the light of the new rationalism of the West. As a result of this, religious beliefs were attenuated and their metaphysical concepts were reinterpreted in purely scientific terms. Sayyid Ahmed Khan in the Indo-Pak subcontinent and Mufti Muhammad Abduh in Egypt and their acolytes attempted to formulate a modern interpretation of Islam to save it from anachronism and allow believers to make headway on the path of scientific progress like the Europeans. Their motives may have been sincere and their dedication genuine, but through these attempts Islam undeniably lost its very spirit and élan. The influence of Western materialism resulted in a non-religious version of Islam. Thus, these attempts served only a negative purpose: saving of those who were already completely Europeanized in culture and life-style from being called 'un-Islamic'. Their inclusion in the fraternity of Muslim brotherhood remained unchallenged, and this new version of Islam was presented to the West on their behalf as an 'apology'.

Ref: An excerpt from the English translation of the Book "اسلام کی نشاۃ ثانیہ: کرنے کا اصل کام" byDr Israr Ahmad *(RAA)*; "ISLAMIC RENAISSANCE: The Real Task Ahead" [Translated by Dr. Absar Ahmad]

Vol: 32 Regd. No. C.P.L NO.114 No.29

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore